عطائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرہ

عطائے رسول، اشرف الاولیاء، سلطان الہند، خواجہ غریب نواز

حضرت سید معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری

اولادِ خواجہ غریب نواز

مرتبہ

نگار عرفانی

چشتی صابری

مرکز شعور و ادب حیدرآباد

[illegible] چشتیہ بک بائنڈنگ ورکس خواجہ چوک

مکہ میں حاضری ص ۲۷

عطائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرہ

عطائے رسولؐ اشرف الاولیاء سلطان الہند خواجہ غریب نواز
حضرت سید معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیریؒ

اور

اولادِ خواجہ غریب نواز

کرامت ص ۴۸

۱۶ شعبان ۱۴۲۵
کوئی جلد بنوائی
سید عبدالخالق ترمذی
محلہ خواجگان [illegible]

مرتبہ
نگار عرفانی
چشتی صابری

مرکز شعور و ادب، [illegible]

نام :- عطائے رسولؐ

مصنّف :- نگار عرفانی، چشتی صابری

ناشر :- مرغوب اختر صابری

مکتبہ :- مرکز شعور و ادب،
نزد سلاد ٹ مسجد، سلاد ٹ پاڑہ، حیدرآباد

کتابہ :- محسن الیافعی

مطبع :- محبوب پریس
پنجرہ پول۔ حیدرآباد (م۔پ)

اشاعت :- بار اوّل

تعداد :- ۱۰۰۰

ضخامت :- ۱۱۶ صفحات

تاریخ اشاعت :- رجب ۱۳۸۸ھ / ستمبر ۱۹۶۸ء

قیمت :- ایک روپیہ ۵۰ پیسے۔ مجلد ۲ دو روپے

فہرست

اُن برادرانِ عزیز کے نام

جو

عطائے رسولؐ، خواجہ غریب نواز حضرت سیدنا

معین الدّین حسن چشتی اجمیریؒ کی بدولت

برصغیر میں اسلام کی نعمت سے فیضیاب

ہوئے مگر یورپ کے بتوں کی زنّاری کو

اپنا مسلک سمجھے ہوئے ہیں۔ کاش وہ

برصغیر کے اِس "مبلّغ اوّل" کی حیات

و سیرت سے کچھ سبق حاصل کریں!

نگار عرفانی چشتی صابری

عرضِ حال

اللہ تعالےٰ کا نہایت فضل وکرم ہے کہ مرکز شعور و ادب حیدرآباد، گذشتہ ڈھائی تین برس سے، ادب برائے قومی مقاصد، کی ملی و قومی مہم کے تحت علمی و ادبی مذاکروں اور مشاعروں کا کامیاب اہتمام کر رہا ہے اور اس کے حلقۂ فکر میں شہر حیدرآباد اور وطن عزیز پاکستان کے نامور ادیب، شاعر اور اہل علم شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے مرکز کو، فعال ادبی ادارہ بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً مفید مشورے دیئے اور بعض "ارباب جنوں، لے دامے، درمے اور قدمے مدد کی اور اب اللہ عزّ وجل کے بے پایاں کرم سے مرکز شعور و ادب، ادبی، علمی، و تاریخی کتب کی تصنیف و تالیف، تراجم و ترتیب، کے دور میں داخل ہو گیا اور اس سلسلہ کی پہلی کتاب "عطائے رسول" طبع و شائع کی جا رہی ہے جو نامور صحافی و ادیب، محترم نگارِ عرفانی، چشتی صابری کی تالیف و ترتیب ہے اور ہمیں فخر ہے کہ موصوف "مرکز شعور و ادب، کے رہبرانِ اول میں شامل ہیں۔ امید ہے کہ مرکز اپنے دوسرے ارباب فکر و نظر کی تالیف و تصنیف، تراجم، وغیرہ کو حسب توفیق شائع کرتا رہے گا اور دعا ہے کہ

مرکز جلد ہی پاکستان کے صفِ اوّل کے علمی و ادبی اداروں میں شامل ہو جائیگا جس کے لئے اہلِ علم اور قدر دانِ علم حضرات کے تعاون کی شدید ضرورت ہے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس قیمتی کتاب تصوّف یعنی عطائے رسولؐ میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ انتہائی تحقیق و تلاش کا نتیجہ ہے اور بے لوث غیر جانبداری کا مظہر ہے۔ کتاب بہت عجلت میں مرتب و طبع ہوئی ہے اس لئے اس میں فنی خامیاں ہو سکتی ہیں جس کے لئے میں آپ سے پیشگی معذرت کا طلب گار ہوں۔

نیاز مند

مرغوب اختر صابری

معتمد عمومی

مرکز شعور و ادب

حیدر آباد

یکم اکتوبر ۱۹۶۸ء

اظہارِ حقیقت

میں عرصہ سے محسوس کر رہا تھا کہ عطائے رسولؐ، اشرف الاولیاء، سلطان الہند خواجہ غریب نواز حضرت سید معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیریؒ کی حیاتِ مبارک اور ان کی قابلِ احترام اولاد کا تذکرہ، حسبِ توفیق لکھوں۔ مجھے اپنی کوتاہ علمی کا احساس ہے لیکن اپنے جنون کی بدولت، میں اس قابل ہو سکا کہ حضرت خواجہ بزرگؒ اور ان کی قابلِ احترام اولاد کے کارناموں کا ذکر کروں جو انہوں نے بتکدۂ برہمنی اور ظلمتکدۂ ہند میں اسلام کی اشاعت اور اسلامی قدروں کے تحفظ کے لئے انجام دیئے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں محفوظ بھی ہیں۔

میرا اس کتاب کے مرتب کرنے سے ایک خاص مقصد یہ ہے کہ ہماری قیام پاکستان کے بعد پروان چڑھنے والی نسل کو، جو صحیح رہبری کے فقدان اور یورپ کے فلسفۂ مادیت و الحاد کے حامل مکاتیبِ فکر و اساتذہ کے ہاتھوں گمراہ ہو رہی ہے، یہ بتایا جائے کہ وہ اپنے ہیرو اِدھر اُدھر، تلاش کرنے کی بجائے حزبِ اسلام کو اپنا موضوعِ بحث، مطمحِ نظر یا پسندیدہ ہیرو، بنائیں برصغیر کی تاریخ کا درخشاں مینار معین الدین حسن چشتیؒ کی طرف اشارہ کر رہا ہے کیوں کہ وہی برصغیر

پاک وہند میں اسلام کے اولین سفیر مبلغ اور استاد ہیں جن کو ہمارے رسول
محمدؐ نے بشارت کے ذریعہ آٹھ سو سال قبل ہندوستان بھیجا تھا تاکہ اسلام
کی رحمت اور نعمت کو اس سرزمین پر بھی عام کر دیا جائے اور دربار رسالتؐ
کے اس فقیر نے یہ کام خوش اسلوبی سے انجام دیا اور ان کے بعد ان کے
صلبی اور روحانی سلسلہ کے درویش آج تک اس عظیم خدمت کو انجام
دیتے آرہے ہیں کہ اس کی بدولت، الحمدللہ آج ہم سب مسلمان
ہیں اور عظیم ترین اسلامی مملکت، پاکستان کے فرزند ہیں

یہ کتاب، جو بھی سیرت اور تاریخ کتب دستیاب ہو سکیں۔ ان کی
روشنی میں مرتب کی گئی ہے اس میں مختلف اقسام کی غلطیاں ہو سکتی ہیں اور
اختصار کے نتیجہ میں تشنگی محسوس ہو سکتی ہے اس کیلئے میں حضرت خواجہ بزرگؒ
اور ان کی قابل احترام اولاد اور قارئین کرام سے دلی معذرت چاہتا ہوں۔
اس کے علاوہ اگر حالات نے ساتھ دیا تو بہت جلد، حضرت خواجہ بزرگؒ
اور ان کے تبلیغی کارناموں پر ایک مفصل تحقیقی و تاریخی کتاب مرتب کرنے
کا ارادہ بھی رکھتا ہوں جس کے لئے عرصہ سے جستجو میں ہوں۔

آخر میں زیر نظر کتاب "عطائے رسولؐ" کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں وادی
مہران کے موجودہ صوفی شاعر حضرت سردار حیدرآبادی مدظلہ العالی اور اپنے نوجوان
دوست محترم شریف منور صاحب کا ممنون ہوں اور مرکز و شعور و ادب کے معتمد عمومی
عزیزم مرغوب اختر صابری کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اس تالیف کو طبع و
شائع کرنے کا اہتمام کیا نگار عرفانی چشتی صابری، ۷ر رجب ۱۳۸۸ھ ۳۰ ستمبر ۶۸ء

حصّہ اوّل

حیاتِ پاک

خواجہ معین الدّین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ

نام اور لقب آپ کا نام حسن ہے اور لقب معین الدین یعنی دین کا مددگار، ملائین المعین، جو مغل شہنشاہ محمد شاہ کے عہد میں تصنیف ہوئی، میں آپ کا نام معین الدین لکھا ہے اور لقب حسن، جیسا کہ آپ کے والد ماجد، جو اپنے زمانہ کے اچھے بزرگ اور درویش تھے، کا نام غیاث الدین حسن تھا، اس لیے آپ کا لقب بھی حسن ہوا۔

خاندان اور والدین آپ والد کی طرف سے حسینی سید ہیں اور ماں کی طرف سے حسنی سید ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ ام الوری

عرف بی بی ماہ نور تھا جو سید داؤد کی دختر تھیں

حسب و نسب والد ماجد کی طرف سے سلسلۂ حسب یہ ہے :- خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ ابن خواجہ سید غیاث الدین حسنؒ ابن سید احمد حسن سنجریؒ ابن سید حسین احمدؒ ابن حضرت نجم الدین طاہرؒ ابن سید خواجہ عبدالعزیز حسینؒ ابن سید امام محمد مہدی ابن سید امام حسن عسکریؒ ابن امام علی نقیؒ ابن سید امام محمد تقیؒ ابن امام علی موسیٰ رضا ابن امام موسیٰ کاظم رضاؒ ابن امام محمد جعفر صادقؒ ابن امام محمد باقرؒ ابن حضرت سید امام زین العابدینؒ ابن سید الشہداء سید امام حسینؓ ابن امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

والدہ ماجدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے :- سیدہ بی بی ماہ نور عرف ام الورع بنت سید مورث ابن سید داؤد اوّل ابن سیدنا موسیٰ ابن سیدنا عبداللہ ابن سید حسن مثنیٰ ابن سیدنا حضرت امام حسنؓ ابن سیدنا امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔

اس طرح سے، حضرت خواجہ بزرگ کا سلسلہ حسب و نسب خاندانِ نبوت سے ملتا ہے اور زیادہ تر مورخین نے آپ کو کاظمی سید ہی لکھا ہے۔

ولادت باسعادت آپ ۵۲۷ھ/یا ۳۷-۵۳۶ھ میں، مشرقی ایران کے علاقہ سیستان (یا سجستان) میں چشت کے مقام پر پیدا ہوئے۔

سجستان کی وجہ سے آپ سنجری بھی کہلاتے ہیں جیسا کہ لفظ سنجر،

سجستان کا مخفف ہے اور عوام کی کم فہمی کی وجہ سے لفظ سنجری مشہور ہوگیا۔

آپ چشتی بھی کہلاتے ہیں کیوں کہ آپ چشت میں پیدا ہوئے اور خاندان چشتیہ ہی میں بیعت ہیں نیز خاندانِ چشتیہ کے چار بزرگ اسی شہر چشت میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کے مزار ہیں۔ اول، خواجہ ابو احمد چشتیؒ۔ دوم، خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتیؒ۔ سوم، ابو یوسف چشتیؒ اور چوتھے، خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ۔ ان چاروں بزرگوں سے سلسلۂ ارادت ملتا ہے اسی لئے اس خاندانِ عالیہ کا نام چشتی مشہور ہوگیا۔

شیر خواری کا زمانہ

خواجہ اجمیریؒ کے سیرت نگاروں اور وقائع نویسوں کے بیان کے مطابق آپ ابتدا ہی سے ہونہار و پاکباز تھے دوسروں کے لئے قربانی کا جذبہ رکھتے تھے۔ جب کبھی کوئی عورت اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ، آپ کی والدہ سے ملنے آتی اور اسی دوران بچہ بھوک سے چلانے لگتا تو آپ، اپنی والدہ محترمہ کی طرف اشارہ کرتے تھے جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ اس رونے والے بچے کو اپنی چھاتی سے دودھ پلائیں۔ جب آپ کی والدہ، بچے کو دودھ پلا دیتیں تو آپ بہت خوش ہوتے تھے۔

بچپن

آپ اپنے بچپن میں بہت پاکیزہ عادتوں کے حامل تھے۔ تین یا چار سال کی عمر میں آپ اپنا کھانا، اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ عید

کے دن آپ بہت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے عید کی نماز کے لئے جا رہے تھے راستہ میں آپ نے ایک اندھا لڑکا دیکھا جو پھٹے پرانے کپڑوں میں تھا۔ آپ نے اپنے عمدہ کپڑے اسکو پہنا دیئے اور بڑی محبت سے اسے اپنے ساتھ عیدگاہ بھی لے گئے۔

نیشاپور کو ہجرت

سیستان، خراسان اور ایران میں سیاسی انتشار اور بدامنی کی وجہ سے خواجہ معین الدین ؒ کے والد، خواجہ غیاث الدین حسن ؒ نے ایک محفوظ ترمقام کی تلاش میں سیستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ نیشاپور کو ہجرت کی جو اس وقت ہر اعتبار سے بہت اعلیٰ شہر تھا۔

نیشاپور علم و دانش اور تجارتی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ یہاں مشہور زمانہ نظامیہ یونیورسٹی تھی جس میں ایک بہت عمدہ کتب خانہ بھی تھا جہاں مشرقی علم و ادب کی نادر الوجود کتب جمع کی گئی تھیں، یہاں روشن خیال علماء اور روشن ضمیر صوفی رہتے تھے جو دور و نزدیک سے آئے ہوئے طلباء کو علم ظاہری اور علم روحانی کی تعلیم و تربیت دیتے تھے۔ یہاں سرسبز و شاداب باغات تھے اور نہریں بھی رواں دواں تھیں اور ان کے ساتھ، لہلہاتے ہوئے کھیت بھی تھے قرب وجوار کے ایک علاقہ کا نام ریوند تھا جو انگور کے باغات کے لئے مشہور تھا۔ یہاں خواجہ غیاث الدین حسن ؒ نے ایک باغ اور ایک پن چکی خریدی اور پرسکون زندگی

کا نئے سرے سے آغاز کیا۔

والد اور والدہ کا انتقال

نیشاپور کے حالات بھی جلدی خراب ہونے لگے اور تاتاری حملوں کی وجہ سے خراسان اور ایران برباد ہو گئے۔
وحشی حملہ آوروں نے ہر چیز برباد کر دی۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے مرکزوں کو قتل و غارتگری کا نشانہ بنایا گیا۔ ان حالات پر نوجوان خواجہ معین الدین نے نہ صرف غور کیا بلکہ وہ تڑپ اٹھے۔ اسی دوران ان کے والد خواجہ غیاث الدین حسن کا ۵۵۱ھ میں انتقال ہو گیا اور ان سے ذرا پہلے ان کی والدہ محترمہ بھی رحلت کر چکی تھیں۔

نوجوانی

اس وقت آپ کی عمر ۱۴ سال تھی۔ آپ اس دنیا میں اکیلے تھے اور دنیا نفرت، قتل و غارتگری اور حرص و طمع سے بھری ہوئی تھی۔ اگرچہ، ورثہ میں کافی ملا تھا جو آپ کو روایتی معیار زندگی بسر کرنے کے لئے کسی طرح کم نہیں تھا مگر والدین کی وفات اور نیشاپور کی بربادی نے آپ کے ذہن پر گہرا اثر قائم کیا۔ اکثر آپ گہری سوچ میں ڈوب جاتے تھے اور دنیا کے مصائب و آلام کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کرتے تھے معین الدین بہت محنتی اور نیک تھے اپنے باغ کی نگرانی خود کرتے تھے، پودوں کو پانی بھی اپنے ہاتھوں سے دیتے تھے۔

ایک بار پھر، وحشی تاتاریوں نے شدید حملہ کیا اور ایک بار پھر نیشاپور اور قرب و جوار میں لوٹ مار، قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوا۔ اس دوران نے

معین الدین کے دل میں دنیا سے منفرت اور اللہ کے بندوں کی بے بسی پر، اُن سے ہمدردی پیدا کی۔ ویسے بھی جب دنیا میں ظلم و ستم اور تاریکی کے بادل چھا جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے طفیل، کسی عظیم انسان دوست ہستی کو پیدا کرتا ہے جو امن اور رحمت کا پیغام پھیلاتی ہے اور اب وقت آ گیا تھا کہ معین الدین، نعمت اللہ دین کے مددگار بن جائیں۔

ترکِ دنیا

۵۵۱ھ میں، جب آپ کی عمر ۱۵ سال کے لگ بھگ تھی، شیخ ابراہیم قندوزی نامی ایک مجذوب، آپ کے باغ میں آئے معین الدین، پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ انہوں نے مجذوب کو دیکھتے ہی، ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا ان کے ہاتھ چومے اور انہیں ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھایا، اور پھر ان کو تازہ انگوروں کا ایک خوشہ کھانے کے لئے دیا درویش اس نوجوان کی مہمان نوازی سے بہت خوش ہوا اور اس پر ایک توجہ کی نظر ڈالی، پھر اپنے پاس سے روٹی کا ٹکڑا نکالا پہلے اپنے منہ میں چبایا اور پھر اسے معین الدین کے منہ میں رکھ دیا۔ ابھی آپ نے اسے کھایا ہی تھا کہ آپ کے دل و دماغ سے دنیاوی خواہشات غائب ہونے لگیں اور وہ خود کو ایک پاکیزہ اور نورانی دنیا میں محسوس کرنے لگے۔ ابھی وہ اس روحانی مشاہدے سے گذرے بھی نہیں پائے تھے کہ فقیر نظروں سے اوجھل ہو گیا اور وہ زندگی بھر خواجہ معین الدین کو نظر نہیں آیا مگر ان کی زندگی میں انقلاب عظیم برپا کر گیا جس نے پانچ ہزار سالہ برہمنی بتوں کو روند ڈالا۔

شیخ ابراہیم قندوزی کے چلے جانے کے بعد، خواجہ معین الدین نے اپنا باغ اور چکی، دونوں فروخت کر دیئے اور گھر کا تمام اثاثہ اور سرمایہ، ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ تمام رشتہ داروں اور دوستوں کو خدا حافظ کہا اور نیشاپور سے بخارا، روانہ ہو گئے۔ جو اُن دنوں علم وادب کا بہت بڑا مرکز تھا۔ خواجہ معین الدین، دنیا سے نجات حاصل کر کے دینی تعلیم اور اصلاحی تربیت حاصل کرنے کے لئے بے چین تھے

تعلیم و تربیت

۱۵ سال کا نوجوان، جس نے نوجوانی ہی میں ترکِ دنیا کر کے زندگی کا ایک نیا سفر کیا تھا نیشاپور سے بخارا تک لیجانے والی شاہراہوں پر، پیدل چلتا ہوا دیکھا گیا، جنگلوں اور جنگلی جانوروں میں سے گذرتا ہوا وہ اپنا راستہ طے کر رہا تھا اس کا نہ کوئی ساتھی تھا اور نہ ہی جیب میں پیسہ نہ اس کے ذہن میں حال یا مستقبل کا کوئی منصوبہ نہیں تھا، صرف ایک عزم تھا اور وہ صداقت اور حقیقت کی تلاش کا عزم تھا!

بخارا میں خواجہ معین الدینؒ نے مشرقی علوم اور ادب کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں، اس دور کے نامور علماء شامل تھے جن میں مولانا حسام الدین بخاریؒ نمایاں تھے۔ اور ان سے نوجوان طالب علم نے جبہ اور دستارِ فضلیت حاصل کی جو اس زمانہ کے انتہائی اعلیٰ علمی سرٹیفکیٹ تھے۔

مورخ حضرت معین الدینؒ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں خاموش ہیں لیکن چوں کہ آپ ایک دینی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ایس لئے قرآن مجید کی تعلیم، بچپن ہی میں گھر پر حاصل کی ہو گی ایک مورخ کا کہنا ہے کہ حضرت

خواجہؒ نے سات سال کی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔

سمرقند کا قیام

بخارا میں تعلیم مکمل کر لینے کے بعد خواجہ معین الدینؒ سمرقند تشریف لے گئے جو بخارا کی طرح، علم و ادب کا بڑا مرکز تھا، وہاں آپ نے دینیات، فلسفہ اور صرف و نحو میں کمال حاصل کیا۔

بخارا اور سمرقند میں خواجہ معین الدینؒ نے ۵۵۲ھ تا ۵۶۱ھ کا زمانہ گزارا۔

پیر و مرشد کی تلاش

دنیاوی اور اخلاقی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد، خواجہ معین الدینؒ نے روحانی تربیت کی طرف توجہ دی اب وہ روحانی پیشوا کی تلاش میں تھے انہوں نے سمرقند چھوڑ کر، بغداد (یعنی عراق و عرب) کی طرف سفر کرنا شروع کیا تاکہ کسی روحانی رہبر سے فیض حاصل کریں۔

سفر کے دوران وہ نیشاپور کے ایک نواحی قصبہ ہارون میں پہونچے جہاں اس دور کے عظیم ترین محدث، حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ (۵۱۰ھ تا ۶۱۷ھ۔ مزار شریف مکہ) رہتے تھے جو اپنے اعلیٰ اخلاق، روشن ضمیری اور روحانی فیض کے لئے دور دور مشہور تھے۔

ایک دن حضرت معین الدینؒ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے ملاقات کی، شرف قدم بوسی کے بعد عرض کیا، "کیا میں آپ کا مرید ہو سکتا ہوں؟"

خواجہ عثمان ہارونی نے آپ کا جائزہ لیا اور سمجھ گئے کہ یہ نوجوان غیر معمولی صلاحیت کا حامل ہے۔ انہوں نے ان کو اپنے حلقۂ ارادت میں لے لیا۔

خواجہ عثمان ہارونیؒ جو محبوبِ خدا اور قطبِ اولیا تھے، کی خدمت میں ڈھائی سال رہے۔ ریاضت اور مجاہدے کیے اور درجۂ کمال کو پہنچے۔ ۲۰ سال ۶ ماہ کی بے ریاضت

خلافت

اور مجاہدوں کے بعد خواجہ عثمان ہارونیؒ نے بغداد میں حضرت معین الدینؒ کو روحانی نعمت اور خرقۂ خلافت عطا کیا یہ ۵۶۲ھ کا واقعہ ہے انیس الارواح میں خواجہ بزرگ نے اپنی خلافت کا حال خود تفصیل سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

مجھے بغداد میں مسجد خواجہ جنیدؒ میں دولت پابوسی حاصل ہوئی۔ اس موقع پر مشائخ کبار موجود تھے میں نے اپنا سر زمین پر رکھا خواجہ عثمانؒ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھو میں نے ایسا ہی کیا قبلہ رخ بیٹھو میں بیٹھ گیا۔ فرمایا: مرتبہ سورۂ بقرہ پڑھو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ فرمایا! ساٹھ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو۔ میں نے پڑھا۔ تب خواجہ عثمانؒ اٹھے اور آسمان کی طرف سر کرکے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا: آ۔ تجھے ہم نے خدا تک پہنچایا یہ فرمانے کے بعد اپنی ایک کلاہ چہار ترکی میرے سر پر رکھی اور کمبل خاص عطا فرمایا۔ پھر فرمایا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ حکم دیا کہ ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ ہمارے طبقات مشائخ میں ایک رات دن کے مجاہدے کا عمل ہے۔ جا۔ اور ایک رات دن عبادت بندگی میں گزار ...

صبح کے وقت، حاضر خدمت ہوا اور اپنا سر زمین پر رکھا۔ فرمایا۔ بیٹھ جا اور اونچی نظر کر، میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو فرمایا: کہاں تک دیکھتا ہے۔ عرض کیا، عرش عظیم تک نظر آتا ہے۔ فرمایا نیچے دیکھ حکم ہوا۔ کہاں تک دیکھتا ہے؟ عرض کیا کہ تحت الثریٰ تک۔ فرمایا کہ سورہ اخلاص ایک ہزار مرتبہ پڑھو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ فرمایا آسمان کی طرف دیکھ پھر پوچھا کہ کہاں تک نظر آتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حجاب عظمت تک۔ حکم ہوا آنکھ بند کر لے میں نے آنکھ بند کر لی آپ نے اپنی انگلیاں میری طرف کر کے فرمایا: کیا دیکھتا ہے؟ عرض کیا ۱۸ ہزار عالم کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ فرمایا: بس! تیرا کام تمام ہوا۔

اس کے بعد، ایک مٹی کی اینٹ جو پیرے سامنے پڑی تھی، اٹھالینے کے لئے فرمایا۔ میں نے اسے اٹھایا تو اس کے نیچے سے ایک مٹھی بھر دینار نکلے پھر فرمایا: ان کو لے جا اور درویشوں کو صدقہ دے۔ میں نے حکم کی تعمیل کی

عطائے خلافت کے بعد وصیت

حضرت خواجہ معین الدین رح کو خرقہ خلافت پہنا کر، خواجہ عثمان ہارونی رح نے یہ وصیت فرمائی تھی:۔

اے معین الدین رح! تم نے درویشوں کا خرقہ پہنا ہے۔ درویشوں کا ــــ کام کرو اور درویشوں کا کام فقر و فاقہ اور محنت و مجاہدہ ہے۔ فقیروں کے نزدیک دنیا کا رنج و آرام یکساں ہے۔ درویش وہ ہوتا ہے جو فقیروں اور غریبوں سے محبت کرے مسکینوں اور درویشوں سے محبت رکھے اور اہل دنیا سے پرہیز کرے جو فقیر

ایسا کرتا ہے وہ اللہ کا محب اور مقرب ہوتا ہے۔

جب یہ وصیت مکمل کر چکے تو خواجہ عثمان ہارونیؒ نے خواجہ معین الدینؒ کا ہاتھ پکڑا اور کہا:

وا الٰہی! معین الدینؒ کو قبول کر اور اپنی درگاہ کا مقرب کر۔

ہاتف غیب سے آواز دی کر اس کے نام کو ہم نے مجلوں کے زمرہ میں لکھا اور مشائخ کا سردار کیا۔

غوث الاعظمؒ سے ملاقات

بغداد شریف میں، جب خواجہ معین الدینؒ خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے تھے اس وقت جناب غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ محبوب سبحانی بغداد میں خلق خدا کو فیض پہنچا رہے تھے بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے مرشد کی موجودگی ہی میں غوث الاعظمؒ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

بیعت کے بعد مرشد کے ساتھ خواجہ صاحبؒ کے سفر و سیاحت

خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہاتھ پر بغداد میں بیعت ہونے کے بعد بھی خواجہ معین الدینؒ نے اپنا تمام وقت اپنے مرشد کے ساتھ گذارا۔ اور سفر و حضر میں بھی ساتھ رہے۔ حضرت خواجہ عثمانؒ کی یہ عادت

تھی کہ وہ ہمیشہ سفر کیا کرتے تھے اور ایک مقام پر بہت کم ٹھہرتے تھے خواجہ معین رح، سفر و حضر میں اپنے مرشد کا بستر اور وضو کا آفتابہ سر پر لیئے پھرتے تھے اور حالتِ قیام میں ریاضت و مجاہدے کرتے تھے اس طرح، خواجہ صاحب رح ۲۰ سال تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہے اور بے شمار سبق اور تجربات حاصل کئے اور کامل درویش ہو گئے۔

دمشق کی طرف

خواجہ بزرگ رح اپنے مرشد کے ساتھ بغداد سے دمشق کیطرف گئے، ایک شہر میں ایک ایسے گروہ کو دیکھا کہ اس کے افراد اپنے حال سے بے خبر رہتے چند روز قیام کے بعد پتہ چلا کہ یہ گروہ ہمیشہ حیرت میں رہتا ہے اور کبھی ہوش میں نہیں آتا۔

مکہ و مدینہ میں

۵۶۲ھ میں بغداد سے دمشق کی طرف سے ہوتے ہوئے، خواجہ صاحب رح اپنے مرشد کے ہمراہ، مکہ معظمہ پہنچے جہاں خانہ کعبہ میں مرشد نے مرید کی کامیابی اور نجات کے لئے دعا فرمائی۔ ندا آئی: اے عثمان رح! ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔

یہاں سے روانہ ہو کر، مدینہ منورہ پہنچے اور روضۂ پاک ؐ حضور رسول اللہ ؐ پر حاضری دی۔ آپ نے حضرت عثمان رح کے حکم سے رسول اللہ ؐ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ روضۂ پاک ؐ سے آواز آئی: "وعلیکم السلام یا قطب المشائخ بحر و بر"۔ یہ سنتے ہی، خواجہ عثمان رح نے اپنے لائق مرید،

حضرت معین الدین رح سے کہا کہ تو درویش کی حیثیت سے درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے۔

بدخشاں میں

مدینہ منورہ کے بعد، دونوں درویش بدخشاں پہنچے۔ اولاد خواجہ جنید رح میں سے ایک بزرگ کو دیکھا جس کی عمر ۱۴۰ سال تھی، ایک ٹانگ سے محروم تھا مگر ذکر خدا میں بے حد مشغول تھا۔ خواجہ بزرگ رح نے اس درویش سے پوچھا کہ ایک ٹانگ کیا ہوئی؟ اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواہش نفس سے مجبور ہو کر اس خانقاہ سے باہر پیر رکھا۔ پیر باہر رکھتے ہی آواز آئی کیا یہی تیرا عہد تھا جو بھول گیا۔ میرے پاس چھری تھی، فوراً ہی اس پیر کو کاٹ کر پھینک دیا اس واقعہ کو ۴۰ سال گذر گئے مگر ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن درویشوں کو کیا منہ دکھاؤں گا

عواش میں

خواجہ معین رح فرماتے ہیں کہ سفر کرتے ہوئے ہم عواش پہنچے اور وہاں شیخ بہاالدین عواشی رح سے ملاقات ہوئی۔ وہ ایک عظیم درویش تھے ا ور ان کا یہ دستور تھا کہ جو کبھی ان کی خانقاہ میں جاتا اسے کچھ نہ کچھ دیا جاتا تھا حتیٰ کہ انھیں غیب سے جو کپڑے ملتے تھے وہ بھی تقسیم کر دیتے تھے۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو انہوں نے مجھے ایک قیمتی نصیحت کی: اے درویش! جو کچھ تم پاؤ، اللہ کے نام پر خیرات کر دو اور کبھی بھی مال و متاع جمع مت کرو۔ بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلاؤ تاکہ تم خدا کے

دوست ہو جاؤ۔

مقام رے میں

سفر کرتے ہوئے جب وہ مقام رے پر پہونچے تو یہ آتش پرستوں کا ایک زبر دست مرکز تھا ایک بڑا آتشکدہ تھا جہاں ہر وقت لکڑی روزانہ جلائی جاتی تھی تاکہ یہ آتشکدہ شب و روز روشن رہے۔ یہاں حضرت خواجہ عثمانؒ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام کیا۔ خود عصر کی نماز میں مصروف ہو گئے اور ایک مرید کو حکم دیا کہ آگ جلاکر، کھانا تیار کرے تاکہ روزہ افطار کریں۔ یہ مرید آتش پرستوں کے پاس گیا اور ان سے ذرا سی آگ مانگی تاکہ چولہا روشن کرے آتش پرستوں نے منع کر دیا اور کہا کہ یہ ہمارا خدا ہے ہم اس میں سے ذرا سی آگ بھی نہیں دے سکتے۔ مرید نے یہ ماجرا مرشد کو سنایا تب خواجہ عثمانؒ خود آئے اور دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا ہے اور اس کی گود میں ایک سات سالہ لڑکا ہے اور کچھ لوگ آگ کی پوجا کر رہے ہیں۔

حضرت عثمانؒ نے پوچھا کیا آگ کی پرستش کرنے سے کیا فائدہ جسے اللہ نے بنایا اور ذرا سے پانی سے بجھایا جا سکتا ہے۔ تم آگ پیدا کرنیوالے اللہ کی بندگی کیوں نہیں کرتے ہو جو تمہیں فائدہ پہنچے؟ بوڑھے پجاری نے جواب دیا کہ آگ ہمارے مذہب میں بہت پاک ہے اور نجات کا ذریعہ ہے۔ ہم اس کی پوجا کرتے ہیں تاکہ قیامت کے روز یہ ہمیں نہیں جلائے۔

حضرت عثمانؒ نے فرمایا ٹھیک ہے اسے تم برسوں سے پوج رہے ہو

اب اس میں ہاتھ ڈال کر دیکھو جلاتی ہے کہ نہیں۔ اگر یہ واقعی ذریعۂ نجات ہے تو نہیں جلائے گی۔

بوڑھے آدمی نے کہا کہ جلانا تو آگ کی فطرت ہے اس میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت کون کر سکتا ہے اور پھر جلنے سے کیسے بچ سکتا ہے؟

حضرت عثمانؒ نے فرمایا یہ اللہ کے حکم کی تابع ہے اس کے حکم کے بغیر یہ ایک بال بھی نہیں جلا سکتی۔

یہ کہہ کر حضرت عثمانؒ نے بوڑھے کی گود سے لڑکے کو لیا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور پھر قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہو گئے اور غائب ہو گئے۔

آتش پرست رونے اور چلانے لگے۔ چند گھنٹوں کے بعد، حضرت عثمانؒ لڑکے کے ساتھ آگ سے باہر تشریف لائے جو بہت خوش تھا اور آگ نے اسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ آتش پرستوں نے لڑکے سے پوچھا کہ آگ میں تم نے کیا دیکھا۔ اس نے بتایا کہ وہ شیخ کی مہربانی سے ایک باغ میں کھیلتا رہا۔

یہ کرامت دیکھنے کے بعد تمام آتش پرستوں نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت عثمانؒ کے جانثار مرید ہو گئے آپ ان میں ڈھائی سال قیام کیا اور ان لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سکھائیں آتشکدہ کی بجائے ایک شاندار مسجد تعمیر کی جو آج تک موجود ہے۔

نماز کی ادائیگی

حضرت عثمانؒ نے خواجہ بزرگؒ سے فرمایا

کہ کل جب قیامت کا دن آئیگا، تمام انبیاء اور اولیاء اور مومنین سے اللہ تعالیٰ نماز کے بارے میں دریافت کریگا۔ جنہوں نے اس فرض کو پابندی سے ادا کیا ہے اللہ ان کو آزاد کر دے گا۔ اور جو غافل رہے یا سست رہے ان کو دوزخ کے ایک کنوئیں میں ڈال دیگا جو صرف بے نمازوں کے لئے ہے

دریائے دجلہ کو پار کرنا

ایک مرتبہ سفر کے دوران، دریائے دجلہ پہنچے جس میں زبردست طغیانی برپا تھی خواجہ معین الدینؒ دریا کو عبور کرنے ہوئے ذرا پریشان ہوئے۔ حضرت عثمانؒ نے انکی پریشانی کا اندازہ کر لیا اور کہا: آنکھیں بند کر لو، انہوں نے آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر بعد جب آنکھیں کھولیں تو ہم دونوں دریا کے دوسری طرف تھے خواجہ معینؒ نے عقیدت سے پوچھا: یہ کیونکہ ہوا؟ عظیم مرشد نے بتایا کہ ہم نے سورۃ الحمد شریف کو پانچ بار پڑھا تھا اور دریا کے اس پار ہو گئے تھے۔

التمش کیلئے خواجہ معینؒ کی پیشن گوئی

بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حوالہ سے بتایا کہ ایک دن بغداد میں شیخ معین الدین چشتیؒ، شیخ احدالدین کرمانیؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور میں (خواجہ کاکیؒ) ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ایک بارہ سالہ لڑکا، بھیک کا پیالہ ہاتھ میں لئے ادھر سے گذرا۔ اس کو دیکھ کر حضرت خواجہ معینؒ نے فرمایا کہ جب

تک یہ لڑکا، دھلی کا بادشاہ نہیں بنے گا اس) وقت تک یہ دنیا سے نہیں کھٹے گا۔ خواجہ بزرگ رح کی یہ بات صحیح نکلی جیساکہ ۶۰۷ھ میں یہ لڑکا، سلطان شمس الدین التمش کے نام سے دہلی کے تخت پر بیٹھا۔

بدخشان سے بخارا آئے۔ غرض دس سال تک پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہے اور دس سال تک بھی سفر میں رہے۔ ۲۰ سال بعد خواجہ عثمان رح نے دوبارہ بغدادمیں قیام کیا اور گوشہ اختیار کیا اور خواجہ معین الدین رح کو حکم دیاکہ وہ چندروز اس گوشہ سے باہر نہ نکلیں اور ہر روز چاشت کے بعد مرشد کے پاس آیاکریں اور رفقہ کی تعلیم حاصل کریں اور ا سے لکھتے بھی جائیں تاکہ یادگار رہے۔

انیس الارواح کی تصنیف

خواجہ معین الدین رح مرشد کے حکم کے مطابق روزانہ چاشت کے وقت، ان کی خدمت میں حاضر رہے اور جو کچھ زبان مبارک سے سنتے وہ لکھتے رہتے تھے۔ خواجہ معین رح نے ۲۸ دن میں ۲۸ مجالس کا بیان لکھا اور اس رسالہ کا نام انیس الارواح، رکھا۔

تکمیل بیانی کے بعد، خواجہ عثمان رح نے فرمایا کہ یہ باتیں تمہاری تکمیل کے لئے تھیں جو کچھ ہم نے کہا ہے اس پر عمل کرنا تاکہ قیامت کے دن شرمندہ نہ ہو اس کے بعد اپنا عصا، مصلےٰ اور خرقہ خواجہ معین الدین رح کو عطا کیا اور فرمایا کہ یہ خواجگانِ چشت کی یادگار ہیں ان کو رکھو اور جس کو اپنے بعد اہل پاؤ،

اسی کو دے۔ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا۔ عام لوگوں سے دور رہنا اور کبھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز مت کرنا۔

تب حضرت عثمانؒ نے حضرت معین الدینؒ کو گلے لگایا، پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: میں نے تجھے خدا کے سپرد کیا۔

پیر و مرشد سے جدائی

اس وقت حضرت خواجہ معین الدینؒ کی عمر ۵۲ سال تھی۔ اب آپ بادلِ نخواستہ، پیر و مرشد سے جدا ہو کر سفر و سیاحت پر روانہ ہوئے یہ ۵۸۲ھ کا واقعہ ہے۔ آپ مختلف مقامات کا سفر کرتے اور جہاں قیام کے دوران آپ کے متعلق شہرت ہو جاتی آپ، اس جگہ کو ترک کر دیتے تھے۔

خواجہ قطب الدینؒ سے ملاقات

حضرت خواجہ معین الدینؒ اپنے سفر کے دوران جب اصفہان پہنچے تو شیخ محمد اصفہانی سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت ۱۴ سالہ شیخ محمد قطب الدین اوشی (ولادت ۵۶۹ھ) ایک مرشد کامل کی تلاش میں تھے وہ ابھی شیخ محمد سے ملنے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ خواجہ معین الدینؒ سے ملاقات ہو گئی اور انھوں نے ایک ہی نظر میں ان کا جائزہ لے لیا اور اپنا مرید کر لیا۔

خواجہ قطب الدینؒ نے ۱۴ سال بعد ۵۸۳ھ میں اپنے مرشد۔

کے ساتھ سفر میں ہمراہی اختیار کی اور رسول اکرم محمدؐ نے خواجہ معین رح
کو خواب میں بشارت دی کہ خواجہ قطب الدین رح کو اپنا خلیفہ بناؤ۔ تب ۵۸۶ھ
میں حضرت خواجہ رح نے قطب الدین رح کو اپنا خلیفہ بنایا اس وقت ان کی عمر
صرف ۱۷ سال تھی۔ خواجہ قطب رح، پیدائشی ولی میں انہوں نے شکم مادر ہی
میں نصف قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور قرآن پڑھا کرتے تھے۔

مکہ اور مدینہ میں حاضری

اپنے سفر و سیاحت کے دوران حضرت
خواجہ معین الدین رح (۵۸۳-۸۵ھ
تک ایک مقامات پر تشریف لے گئے ان
میں مکۂ معظمہ بھی شامل تھا، حج کا
فرض بھی ادا کیا اور وہاں ریاضت بھی کی۔ ایک دن ندا آئی: "اے معین الدین رح
ہم تجھ سے خوش ہیں جو چاہے سوال کرے" اس پر خواجہ صاحب رح نے جواب
دیا: "اے اللہ! میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تو میرے سلسلے کے مریدین کو اپنی رحمت
کے طفیل بخش دے"۔ ندا آئی: "اے معین الدین رح! تو ہمارا محبوب ہے ہم تیرے مریدوں
کو بخش دیں گے اور ان کو بھی معاف کر دیں گے جو قیامت تک تیرے سلسلے
میں شامل ہوتے رہیں گے"۔

تذکرۂ اجمیر میں اسلام پھیلانے کی ہدایت

حج بیت اللہ (مکہ معظمہ) سے فارغ ہو کر
خواجہ معین رح مدینہ منورہ تشریف لے گئے
یہاں ایک مدت تک اللہ کے ذکر میں
مشغول رہے۔ ایک روز بحالت مشغولیت

میں روضۂ پاک سے ندا آئی : اے معین الدین حسن ! تو ہمارے دین کا مددگار ہے ۔
ہندوستان کی ولایت تیرے سپرد کی جاتی ہے جا اور مقام اجمیر میں رہ کر ، اسلام
کی تبلیغ کر ۔ اس ملک میں کفر عام ہے ۔ تیرے وہاں جانے سے اسلام غالب ہوگا اور
توحید کی رونق ہوگی ؛

اس آواز کو سن کر ، خواجہ معین الدین رح حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ
اجمیر کہاں ہے ؟ چند گھنٹے بعد آپ کو آنحضرت محمد کی زیارت ہوئی اور رسالتمآب ؐ
نے آپ کو ، مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام دنیا کا حال دکھایا
سرور کائنات ؐ نے آپ کو اجمیر کی بستی ، قلعہ اور پہاڑ سبھی دکھا دیئے
اور بہشت کا ایک انار خواجہ صاحب رح کو دیا ۔ اور ارشاد فرمایا ۔ تجھے اللہ
کے سپرد کیا ؛

جب خواجہ صاحب رح کی آنکھ کھلی تو آپ اپنے عشق سے واقف ہو چکے
تھے اور ہندوستان جانیکا پختہ عزم کر لیا تھا ۔

آپ ہندوستان کے سفر پر روانہ ہو گئے پہلے خرقان پہنچے اور شیخ ابوالحسن
خرقانی سے ملاقات کی ، پھر استرآباد گئے جہاں شیخ ناصر الدین احمد استرآبادی سے ملے
تب ہرات ہو گئے جہاں انہوں نے کچھ عرصہ تک حضرت عبداللہ انصاری کے مزار پر
قیام کیا ۔

یادگار محمد کی توبہ

ہرات میں خواجہ معین الدین کی
شہرت ہوئی تو آپ نے سبزوار کا رخ کیا ۔
سبزوار کا حاکم ، یادگار محمد بد اخلاقی

بداعتقادی اور ظلم و ستم کے لئے بدنام تھا۔ ایک روز خواجہ صاحبؒ، یادگار محمد کے باغ میں نہر کے کنارے بیٹھے تھے، کہ وہ بھی ادھر آ نکلا جیسے ہی اس کی نظر خواجہ صاحبؒ پر پڑی تو اعضا پر لرزہ طاری ہو گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور نوکر چاکر بھی دہشت زدہ ہو گئے۔ خواجہ صاحبؒ نے اسی نہر سے چلو بھر پانی یادگار محمد کے چہرے پر چھڑکا تو اس کو ہوش آیا۔ خواجہ صاحبؒ نے بلند آواز سے کہا: تو نے توبہ کر لی؟ اس نے جواب دیا میں نے توبہ کر لی، پھر اس کے ساتھیوں نے بھی توبہ کی خواجہ صاحبؒ کی ہدایت کے مطابق ان سب نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور سب خواجہ صاحبؒ کے مرید ہو گئے۔

یادگار محمد نے اپنی تمام جاگیر اور مال و متاع فقرا اور غربا میں تقسیم کر دیا اور خود بھی واصلان خدا میں شامل ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ یادگار محمد خواجہ صاحبؒ کے ساتھ اجمیر بھی آئے اور وفات پانے کے بعد درگاہ شریف کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ لیکن دوسرے مورخ کہتے ہیں کہ یادگار محمد خواجہ صاحبؒ کے ساتھ قلعہ شادمان (موجودہ قلعہ شنڈیمان) تک آئے جو بلوچستان سے دو سو میل دور واقع ہے۔ وہیں مقیم ہو گئے اور مخلوق خدا کو فیض پہنچایا ان کا مزار بھی وہیں ہے۔ ان مورخوں کا کہنا ہے کہ وہ کوئی دوسرے یادگار محمد تھے جو خواجہ صاحبؒ کے ساتھ اجمیر شریف میں خادم کی حیثیت سے رہتے تھے اور ان ہی کی اولاد وہ خدام ہیں جو 'شیخ زادے' کہلاتے ہیں۔

فلسفی کی توبہ

خواجہ معین الدینؒ شادمان سے بلخ پہنچے وہاں حکیم ضیاء الدین نامی فلسفی تھا جو

تصوف کا منکر تھا اور کہا کرتا تھا کہ علم تصوف ایک ہذیان ہے اور تپ زدہ لوگوں کو ہوا کرتا ہے۔ وہ صوفیائے کرام کو بھی ہمیشہ برے لفظوں سے یاد کیا کرتا تھا۔

خواجہ معین ؒ کے ساتھ سفر کے دوران ہمیشہ ایک خادم رہا کرتا تھا جس کے پاس دو دستہ تیر اور کمان، چقماق، اور نمک دان ہوا کرتا تھا۔ جب کبھی کسی بستی سے دور ہوتے تو تیر کمان سے شکار کرتا چقماق سے آگ روشن کرتا اور کھانا تیار کرتا تھا۔ آپ اسی سے روزہ افطار کرتے تھے۔

ایک دن حضرت خواجہ معین الدین ؒ نے کلنگ کا شکار کیا تھا۔ شکار لیکر شہر پہنچے، جہاں حکیم ضیاء الدین فلسفہ کا درس دیتا تھا، وہاں قیام کیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر خادم کو کلنگ کے کباب تیار کرنے کا حکم دیا۔ خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ حکیم ضیاء الدین کے دل میں کباب کھانے کی خواہش پیدا ہوئی اور خواجہ صاحب ؒ کے پاس جا کر سلام عرض کیا۔ خواجہ صاحب ؒ کو روشن ضمیری سے فلسفی کی خواہش کا علم ہو گیا انہوں نے فلسفی کے سامنے کلنگ کی بھنی ہوئی ران پیش کی۔ فلسفی نے کھانا شروع کیا تو اس کے قلب سے افکار فلسفہ غائب ہونے لگے اور اعتقاد کی روشنی پیدا ہو گئی اور اس کی حالت دگرگوں ہونے لگی خواجہ صاحب ؒ نے اپنے دہان مبارک سے ایک لقمہ نکال کر اس کے منہ میں ڈالا اور وہ ہوش میں آ گیا اور اس پر انوار الہٰی کا انکشاف ہونے لگا۔

حکیم ضیاء الدین کی حالت بالکل بدل گئی اور اس نے فلسفہ کی

تمام کتابیں دریا میں پھینک دیں، اپنے شاگردوں سمیت تائب ہوا اور خواجہ صاحبؒ کا مرید ہو گیا۔

غزنی میں

بلخ سے حضرت خواجہ معین الدینؒ غزنی تشریف لائے اس وقت سلطنت غزنوی زوال پذیر تھی اور غوری خاندان اقتدار حاصل کر رہا تھا مگر غزنی کی حالت خراب تھی قتل و غارتگری اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔

غزنی میں خواجہ معین الدینؒ نے حضرت شمس العارفین شیخ عبدالواحدؒ سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ کچھ عرصہ قیام بھی کیا اور یہاں دکھی لوگوں کے لئے دعائے خیر کی اور فیض پہنچایا۔

ہندوستان میں آمد

خواجہ معین الدین حسنؒ ۵۸۷ھ (یا ۱۱۹۱ء) میں ہندوستان میں داخل ہوئے۔ پہلے آپ کوئٹہ سے دوسومیل شادمان کے مقام پہ آئے، پھر ملتان پہنچے اور یہاں سے لاہور آئے۔

خواجہ بزرگؒ نے لاہور میں حضرت شیخ پیرعلی ہجویری کی المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار شریف پر ۴۰ دن تک چلہ کھینچا حضرت داتا گنج صاحبؒ خواجہ صاحبؒ سے پہلے ہندوستان آئے تھے عظیم درویش تھے پنجاب میں انکی عزت و مقبولیت اور ہر دلعزیزی بہت زیادہ تھی۔ خواجہ معین الدینؒ نے داتا صاحبؒ

کے مزار شریف پر چلہ کھینچا اور روحانی فیض حاصل کیا اور اعتراف کے طور پر، روانگی سے قبل فارسی کا یہ شعر لکھا جو آج تک مزار شریف کے دروازہ کے باہر کندہ ہے ؎

گنج بخش فیضِ عالم، مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

لاہور میں خواجہ صاحبؒ نے شیخ حسین زنجانی سے بھی ملاقات کی اور وہاں سے ریاست پٹیالہ کے ایک شہر سمانا بھی تشریف لے گئے۔

سمانا اور لاہور سے فارغ ہو کر خواجہ معینؒ دہلی کی طرف بڑھے

دربار رسالت سے حضرت خواجہ بزرگؒ کو برصغیر بھیجنے کی مصلحت

ہندو بڑے متعصب تھے۔ اگر کہیں کوئی مسلمان نظر آجاتا تو ہندو مسلمانوں کی صورت تو کیا پرچھائیں سے بھی بچتے تھے۔ اس حالت میں تبلیغ کس طرح ہو سکتی تھی لیکن ہندو گانے کو عبادت سمجھتے تھے اس لئے یہ قرین قیاس ہے کہ دربار رسالتؐ نے ایسے شخص کو تبلیغ کے لئے بھیجنا مناسب سمجھا جو گانے کے شوقین ہندوؤں کو محفل سماع (قوالی) کی طرف رجوع کرے اور تبادلہ خیال کا موقع ملتے ہی انہیں اسلام کی دعوت دے۔ اس لئے حضرت معینؒ جو اکثر سماع سنتے تھے اور ان پر علماء و فقہا کو اعتراض بھی نہیں تھا، ہندوستان تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا گیا اور اجمیر مرکز بنا۔

پرتھوی راج کی ماں کی تنبیہ

پرتھوی راج چوہان، جو اس دور میں اجمیر اور دہلی کا طاقتور ہندو حکمران تھا۔ اس کی فاضل ماں نے، جو علم نجوم کی ماہر تھی حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ سنجری کے ہندوستان آنے سے ۱۲ سال قبل اپنے بیٹے پرتھوی راج کو بتایا تھا کہ ایک فقیر کامل اجمیر میں آئے گا اور اس کی وجہ سے تیرے ملک کو زوال آئیگا اور حکومت ختم ہو جائے گی۔ اس لیے تو اس سے ہرگز مقابلہ مت کرنا۔

ماں کی یہ پیشن گوئی سننے کے بعد، پرتھوی راج ہمیشہ رنجیدہ رہتا تھا۔ اور اسے اس فقیر کی آمد کا یقین بھی تھا۔ اس کی ماں نے حضرت خواجہ کا حلیہ بھی اپنے بیٹے کو بتا دیا تھا اس لئے اس نے اپنے ماتحت حاکموں کو آپ کے حلیہ سے باخبر کر رکھا تھا اور حکم دے رکھا تھا کہ جب بھی اس حلیہ کا فقیر کہیں نظر آئے تو اسے پکڑ کر میرے پاس بھیج دو۔

خواجہ معین رح کی شناخت

خواجہ صاحب ابھی دہلی نہیں آئے تھے بلکہ لاہور سے سمانہ (ریاست پٹیالہ پنجاب) پہونچے تھے کہ راجہ کے ملازموں نے خواجہ صاحب رح کو پہچان لیا اور یہ منصوبہ بنایا گیا کہ مکاری سے انھیں گرفتار کر لیں۔ ان بدبختوں نے آپ کو ایک پرسکون جگہ ٹھہرنے کے لئے تنہائی اور مہمان نوازی کی پیش کش کی، آپ نے مراقبہ کیا تو رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ یہ مکار ہیں اور آپ ان پر بھروسہ نہ کریں اور اجمیر

کی طرف اپنا سفر جاری رکھیں ۔ خواجہ معین الدین ؒ کے لاہور سے دہلی تک سفر کے دوران، ایک زبردست سیاسی

حضرت خواجہ کا دہلی میں ورود مسعود

تبدیلی آئی، غزنی میں سلطان محمود کی سلطنت ختم ہو گئی اور اس کی جگہ سلطان غیاث الدین غوری اور اس کے بھائی شہاب الدین غوری، دونوں مسند اقتدار پر متمکن ہو گئے۔ شہاب الدین غوری نے آخری غزنوی گورنر خسرو شاہ سے لاہور چھین لیا اور پھر بھٹنڈہ پر بھی قبضہ کر لیا لیکن شہاب الدین غوری ۵۸۷ھ (۱۱۹۱ء) میں ترائن دیا ترا اوڑی کے میدان میں اجمیر کے پرتھوی راج چوہان کے ہاتھوں شکست کھا گیا۔ یہ میدان دہلی سے ۸۰ کوس دور واقع تھا۔ شہاب الدین غوری کو اس شکست کا بہت غم تھا۔

لاہور سے دہلی جاتے ہوئے حضرت خواجہ معین ؒ کی چند خلجی اور پٹھان سپاہیوں سے ملاقات بھی ہوئی جو کہ شہاب الدین غوری کی شکست خوردہ فوج کے منتشر جوان تھے ان سب نے حضرت ؒ کو مشورہ دیا کہ وہ ایسے نازک دور میں دہلی میں داخل ہونے کا خطرہ نہ لیں لیکن خواجہ صاحب ؒ روئے زمین پر صرف اللہ سے ڈرتے تھے، اس لئے آپ نے اس مشورہ کے باوجود دہلی کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔

خواجہ صاحب ؒ کے اس حیرت انگیز استقلال اور حوصلے نے آپ کے مریدوں اور عقیدتمندوں کے حوصلے بھی بڑھا دیئے اور ان کے پاس اللہ پر یقین کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب خواجہ صاحب ؒ دہلی میں داخل ہوئے تو کوئی طاقت آپ کی راہ میں مزاحمت نہ کر سکی ۔

دھلی والوں کا قبول اسلام

پرتھوی راج کا چچا زاد بھائی، کھانڈے راؤ دھلی کا گورنر تھا۔ دہلی کے شہریوں کا ایک وفد کھانڈے راؤ سے ملا اور اس سے درخواست کی کہ اس مسلمان فقیر اور اس کے ساتھیوں کو دہلی سے نکال دیا جائے۔ لیکن جو بھی اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت خواجہؒ کے پاس جاتا وہ آپ کی توجہ کرم سے مسلمان ہو جاتا اور واپس نہیں آتا تھا۔ اس عظیم درویش کا یہ پہلا معجزہ تھا۔ جو اس سرزمین کفر پر رونما ہوا۔

خواجہ معین الدینؒ کے اخلاق کریمانہ کا چرچا ساری دہلی میں ہو گیا تھا۔ لوگ آپ کے چاروں طرف جمع ہونے لگے اور جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔

کفار دھلی کا رویہ آپ کے ساتھ بہت نا روا تھا۔ وہ اذان دینے میں مزاحم ہوتے تھے نماز کے پورا ہونے میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔ کبھی کبھی افراد مل کر خواجہ معینؒ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے اور ان کی ذات بابرکات کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے تو ان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا اور ان میں آپ کو ایذا پہنچانے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔

ایک روز، ایک مشرک اور کافر، خواجہ سنجریؒ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا اس نے ایک تیز چھری بغل میں چھپا رکھی تھی۔ آپ کو روشن ضمیری اور باطنی روشنی سے اس بد بخت کا ارادہ معلوم ہو گیا۔ آپ نے کہا۔ اے شخص! اپنی چھری سے کام کیوں نہیں لیتا؟ میں موجود ہوں۔

یہ سن کر وہ شخص کانپ اٹھا اور بغل سے چھری نکال کر، ایک طرف پھینک دی اور خود خواجہ صاحبؒ کے قدموں پر گر پڑا، معافی مانگی اور مسلمان ہوگیا۔

کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ معینؒ دہلی میں ایک بڑے تکیے سے گذر رہے تھے انھوں نے دیکھا کہ سات کافر بت پرستی میں مشغول ہیں۔ آپ نے ان پر نگاہ کرم ڈالی وہ ساتوں حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور اسلام قبول کیا آپ نے ان ساتوں کا نام حمید الدین رکھا۔

خواجہ صاحبؒ کی اجمیر میں آمد

دہلی سے آپ اجمیر روانہ ہوئے تاریخ شرکی میں لکھا ہے کہ دہلی سے اجمیر تک کے سفر کے دوران،

خواجہ معین الدینؒ کی تبلیغ سے سات سو خاندان مشرف بہ اسلام ہوئے، غرض مدینہ منورہ سے سفر کرتے ہوئے، مختلف ولایتوں اور شہروں میں اسلام کی روشنی پھیلاتے ہوئے، ہندوستان کے مرکزی شہر سے اجمیر میں پہنچے۔ آپ کے ہمراہ، چالیس درویش بھی آئے تھے۔ ان میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سرفہرست تھے جو حضرت خواجہ کے محبوب خلیفۂ اعظم تھے اور ان کو آپ نے دہلی میں اشاعتِ اسلام کے لئے تعینات کیا اور اجمیر کو اپنے لئے منتخب کیا۔

اجمیر روحانی مرکز کیوں؟

دہلی کو ہمیشہ سے تاریخ ہند میں مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے

ہے اور یہ کم از کم شمالی ہند کی سلطنت کا سیاسی مرکز اور دارالحکومت ضرور رہا ہے۔ لیکن خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ نے اپنے مشن یعنی ظلمت کدۂ ہند میں اشاعت اسلام کے لئے اجمیر کو مرکز بنایا۔ آپ کے مشن کی کامیابی میں اس مرکز نے نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ کسی انسانی ذہن کی کاوش نہیں تھی بلکہ مدینہ منورہ سے یا نبی کریمؐ کی طرف سے ایک بشارت، تھی جو ہر طرح سے موزوں اور مفید نتائج کی حامل ثابت ہوئی۔

جغرافیائی اعتبار سے اجمیر، نہ صرف راجپوتانہ کا دل ہے بلکہ غیر منقسم ہندوستان کا مرکز بھی ہے۔ سیاسی اعتبار سے یہ شہر بارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی ایک طاقتور سلطنت کا جنوبی دارالحکومت بھی تھا اور ملک کی بیشتر سیاسی تحریکوں کا محرک بھی تھا۔ مذہبی اعتبار سے ہندوؤں کے بڑے تیرتھ گاہوں میں سے ایک تیرتھ پشکر بھی یہیں واقع ہے۔ سماجی اور معاشی اعتبار سے، ہندوؤں کو برتری حاصل تھی۔ غرض یہ ہر اعتبار سے موزوں جگہ تھی جہاں غیر منقسم ہند میں اسلام کا روحانی و دینی مرکز بنا۔ خواجہ معین الدین حسنؒ نے چوہان خاندان کے دو بڑے مرکز دہلی اور اجمیر دونوں پر پرچم اسلام کے زیر نگیں کر دیئے۔ دہلی اسلامی سلطنت کا سیاسی دارالحکومت بنی اور اجمیر روحانی ولایت کا مرکز منتخب ہوا جہاں آج بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کی درگاہ شریف موجود ہے۔

اجمیر میں حضرت خواجہ رح کی کرامات

اجمیر پہونچتے ہی شہر کی چاردیواری کے پاس اندر کوٹ میں سایہ دار درختوں کے نیچے حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رح اور ان کے چالیس درویش بیٹھنے والے ہی تھے کہ ایک شخص نے کہا! یہاں مت بیٹھو۔ اس جگہ راجہ کے اونٹ بیٹھیں گے، حضرت خواجہ رح نے فرمایا۔ اچھا راجہ کے اونٹ بیٹھے رہیں گے۔

اس کے بعد خواجہ صاحب رح اپنے درویشوں کے ساتھ تالاب آناساگر کے کنارے، ایک پہاڑی پر چلے گئے اور وہاں ایک درخت کے نیچے قیام کیا۔ آپ کے بعض خادموں نے ایک گائے کو ذبح کیا اور کباب بنانے میں مشغول ہو گئے۔ بعض وضو کے لئے بیسلا تالاب چلے گئے اور خواجہ صاحب ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

تالاب آناساگر کے کنارے پر سینکڑوں مندر تھے جن میں منوں تیل اور پھول روزانہ راجہ کی طرف سے چڑھائے جاتے تھے۔ برہمنوں اور پجاریوں نے حضرت خواجہ رح کے خادموں کو بیسلا اور آناساگر کے تالابوں سے پانی لینے کے لئے منع کیا اور کہا کہ تمہارے ہاتھ لگانے سے یہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔

خواجہ صاحب رح کے خادموں نے یہ بات خواجہ صاحب رح کو بتائی آپ نے جوش میں آکر، دونوں تالابوں کا پانی مشکیزہ میں بھر لیا اور دونوں

تالاب خشک ہو گئے یہاں تک بچہ والی عورتوں، گایوں اور بکریوں کا دودھ بھی خشک ہو گیا۔

اسی دوران، ہندوؤں کے ایک گروہ نے حضرت خواجہؒ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی آپ نے مٹھی بھر خاک ان کی طرف پھینکی جس سے وہ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر کبھی کسی کو خواجہ صاحبؒ کے پاس حملہ کرنے یا لوٹ مار کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔

آنا ساگر کے پاس ایک دیوتا جسے عرصے سے راجہ اور اس کے باپ دادا پوجتے آ رہے تھے اور اپنا اقتدار بھی اسی کی مہربانی کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ جیسے ہی خواجہ بزرگؒ آنا ساگر کی پہاڑی پر مقیم ہوئے یہ دیوتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ خواجہ صاحبؒ نے اس کا اسلامی نام شادی دیو رکھا مگر آج بھی ہندو آنا ساگر کے پاس ایک پتھر کے بنے بھاری پتھر پر شادی دیو کو خوش کرنے کے لئے تیل اور سیندور ڈالا کرتے ہیں۔

پرتھوی راج کو یہ تمام خبریں یکے بعد دیگرے ملیں، ہندو رعایا پریشان تھی اور خود راجہ بھی بہت پریشان ہو گیا۔ اس کی ماں نے بھی یہ واقعات سنے تو اس نے پرتھوی راج سے کہا کہ یہ وہی فقیر ہے جس کی خبریں تجھے بارہ سال پہلے دے چکی ہوں۔ اس سے مخالفت مت کرنا ورنہ نقصان اٹھا گا۔ اس میں بہتری ہے کہ تو اس کی خاطر تواضع کرے۔

پرتھوی راج نے اجے پال جوگی کے پاس پیامبر بھیجے جو ایک بہت

جادوگر تھا۔ اس نے کہلا بھیجا کہ وہ اپنے جادو کے زور سے سب کام بنا دے گا۔

پرتھوی راج خود، خواجہ صاحبؒ اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار یا قتل کرنے کے ارادہ سے نکلا۔ وہ راستہ ہی میں اندھا ہو گیا۔ جب راجہ نے توبہ کی تو پھر آنکھوں میں روشنی آگئی۔ تین مرتبہ ایسا ہوا۔ آخر میں صاف ارادے سے، خواجہ صاحبؒ کے پاس پہونچا۔ اور اجے پال جوگی کا انتظار کرنے لگا۔

اجے پال جوگی سے مقابلہ

اتنے میں اجے پال جوگی آگیا اس کے ساتھ۔ سات سو سانپ آئے جو اس نے جادو کے زور سے تابع کر رکھے تھے اور پندرہ سو جادوی چکر، ہوا میں معلق بھی آئے۔

اجے پال نے ہر جادو آزمانا شروع کیا۔ مگر ہر بار الٹا ہوتا تھا جادوی چکر واپس آکر اجے پال کے شاگردوں کو نقصان پہونچاتے تھے اور سانپ بھی اپنے ہی ساتھیوں کو کاٹتے تھے۔ حالانکہ سو سو کوس، دور سے لڑنے والا جادوگر تھا اور کبھی ناکام و نامراد نہ ہوا تھا

آخر، راجہ اور جوگی دونوں تنگ آگئے۔ اور خواجہ غریب نوازؒ سے درخواست کرنے لگے، پانی تو واپس کر دو تمام لوگ پیاسے مر رہے ہیں۔ آپ نے اجے پال سے کہا اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمارا آفتابہ اٹھا کر لا۔ اجے پال نے بڑا زور لگایا مگر وہ اسے نہیں اٹھا سکا۔ تب خواجہ

بزرگ نے فرمایا کہ اے کافر! یہ تیرا جادو نہیں ہے جو باطل ہو جائے۔
یہ شکینرہ اللہ کے بندوں کا ہے۔ پھر آپ نے شادی دیو کو حکم دیا کہ شکینرہ
لاؤ۔ وہ مسلمان ہو چکا تھا اس نے خواجہ کے حکم کی تعمیل کی اور شکینرہ آسانی سے
اٹھا لایا حضرت خواجہ نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی آناساگر اور بیسلا تالاب
کی طرف ڈالا۔ اللہ کے حکم سے زمین کے تمام تالاب اور چشمے پانی سے بھر گئے۔
اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی تو اونٹ بھی کھڑے ہو گئے اور جنگل
کی طرف چرنے کے لئے گئے۔

کفار حیران تھے کہ شادی دیو کی تمام عمر پرستش کی اور وہ بھی خواجہ
کا غلام نکلا۔ اجے پال بھی بے بس رہا۔ کوئی بھی تو کام نہیں آیا۔

اب اجے پال نے خواجہ صاحب سے کہا کہ آپ نے کہاں تک کمال
حاصل کیا ہے۔ ذرا مجھے دکھلیئے۔

/ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پہلے تو اپنا کمال دکھا تو جو تیرے پاس
ہے اجے پال نے اسی وقت ایک چمڑہ کا ٹکڑا فضا میں معلق کیا۔ پھر وہ
خود سانس روک کر، اس پر سوار ہو گیا اور آسمان کی طرف اڑنے لگا۔
کفار یہ منظر دیکھ کر خوش ہونے لگے۔

خواجہ معین نے مراقبے سے سر اٹھا کر پوچھا اجے پال کہاں تک
گیا لوگوں نے بتایا کہ۔ اب وہ نظر نہیں آتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنی
نعلین کو حکم دیا۔ وہ آسمان کی طرف پرواز کرنے لگی اور اجے پال تک پہنچ
کر، اسے مارتی ہوئی، زمین پر لائی۔ اجے پال روتے سے کراہتا ہوا۔ خواجہ صاحب

کے قدموں میں گر پڑا اور پناہ مانگی۔ جب خواجہ صاحبؒ نے، نعلین کو منع کیا تو وہ خاموش ہو گئی۔

اب اجے پال نے درخواست کی آپ بھی اپنا کچھ کمال دکھلائیے۔

خواجہ بزرگؒ کی معراج

خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ مراقبے میں گئے۔ آپ کی روح پاک نے عالم ملکوت کی طرف پرواز شروع کی۔

اجے پال نے نفس کشی کے ذریعہ استدراج حاصل کیا تھا، اس لئے وہ بھی نفع کی قوت سے اڑا اور خواجہ صاحبؒ کی روح پاک کے پیچھے پیچھے پرواز کرتا رہا۔

خواجہ معینؒ کی روح آسمان اول کے دروازہ پر پہونچی اور بلندی کی طرف جانے لگی مگر اجے پال کی روح نہ کسی گئی، اس نے آسمان کے نیچے روح خواجہؒ سے عاجزی کی کہ اسے بھی پیچھے پیچھے چلنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ خواجہ کی روح اس کو بھی ساتھ لے گئی۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں اور عجائبات مخلوقات الٰہی کی سیر کی۔ عرش عظیم تک پہونچی اور خواجہؒ کی روح پاک کے صدقے میں اجے پال کی روح کا حجاب بھی اٹھ گیا اور اس نے دیکھا کہ فرشتے حضرت خواجہؒ کی روح کا احترام کر رہے ہیں۔

اب خواجہ صاحبؒ کی روح واپس آسمان اول پر آئی اور عجائبات الٰہی کا مشاہدہ شروع کیا تو اجے پال کی روح نے درخواست کی۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس مشاہدہ کا اسی وقت متحمل ہو سکے گا کہ جب تو سچے دل سے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ اجے پال کی روح

اسی وقت ایمان لائی اور درخواست کی کہ مجھے قیامت تک زندہ رہنے کی دعا دی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے تیری دعا قبول کی۔

اس کے بعد خواجہ صاحبؒ کی روح پاک کے ساتھ اجے پال کی روح بھی مشاہدات اسرار الٰہی کرتی رہی، عرش، کرسی، جنت دوزخ اور دوسرے عجائبات دیکھ کر واپس آئی تو مراقبہ سے اجے پال نے آنکھ کھولی اور زور سے کلمۂ طیبہ پڑھا اور پھر اس نے کلمۂ شہادت پڑھا۔

اجمیر کے سارے ہندو موجود تھے وہ شرمندہ اور مایوس ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ نے پرتھوی راج کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی مگر وہ بدبخت اپنے غرور اور شقی القلب ہونے کی وجہ سے اس نعمت غیر مترقبہ سے محروم ہی رہا۔

کہتے ہیں کہ اجے پال جوگی اب تک زندہ ہے۔ اجمیر شریف کے پہاڑوں میں سیر کرتا رہتا ہے۔ اس کا زمانۂ کفر کا مکان اب تک موجود ہے جو اجمیر اور پشکر کے درمیان واقع ہے۔ خواجہؒ نے اس کا اسلامی نام عبداللہ بیابانی رکھا اور وہ اب اسی نام سے مشہور ہے اور ہر روز خواجہ صاحبؒ کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے آتا ہے۔ واللہ عالم بالصواب۔ یہ بھی مشہور ہے کہ عبداللہ بیابانی اجمیر اور راجپوتانہ کے علاقوں میں بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتا ہے اور بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے۔

ابتدائی تعمیرات

عبداللہ بیابانی اور شادی دیو، دونوں حضرت خواجہ صاحبؒ کو بڑے اصرار سے شہر میں لائے۔ آپ نے شادی جن کا مقام پسند کیا وہاں جماعت خانہ، عبادت خانہ اور باورچی خانہ تعمیر کرایا، جہاں آپ نے پہلے باورچی خانہ بنوایا تھا وہاں اب آپ کا مزار شریف ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ اس مقابلہ کے نو سال بعد تک اجمیر میں رہے اور یہیں انتقال بھی فرمایا، آپ لوگوں کو فیض پہونچاتے تھے، یہاں تک کہ ہزارہا ہندو آپ کی برکتوں سے مسلمان ہوگئے۔ لیکن پرتھوی راج اور اس کے وفادار، حضرت خواجہؒ کی کرامات دیکھ چکے تھے اس لئے آپ سے ہمیشہ خوف زدہ رہا کرتے تھے مگر وہ اپنی نشستوں میں کہا کرتا تھا کہ یہ فقیر غیب کی باتیں کرتا ہے اس سے کہدو کہ یہاں سے چلا جائے۔

پرتھوی راج سے آخری معرکہ

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ پرتھوی راج، حضرتؒ کے ایک مرید کو بہت ستاتا تھا اس نے حضرت سے فریاد کی۔ آپ نے اس مسلمان کی سفارش پرتھوی راج کے دربار تک بھیجی مگر اس نے کان نہیں دھرا اور کہنے لگا کہ یہ فقیر یہاں بیٹھ کر غیب کی باتیں کہتا ہے اس سے کہہ دو کہ یہاں سے چلا جائے۔ جیسے ہی راجہ کا یہ جواب، آپ کو ملا آپ نے اسی وقت فرمایا۔ ہم نے پتھورا کو زندہ پکڑوا دیا۔

مونس الارواح میں لکھا ہے کہ راجہ کا ایک مسلمان نوکر، حضرت خواجہؒ کے پاس آیا تاکہ مرید ہو جائے۔ مگر آپ نے اس کو مرید نہیں کیا، اور اس نے اس بات کا شکوہ راجہ سے کیا۔ راجہ نے پیغام بھیجا کہ ایسے مرید کیوں نہیں کیا؟

حضرت خواجہ صاحبؒ نے جواب بھیجا کہ ہم نے تین باتوں کے سبب اسکو مرید نہیں کیا۔ اول تو یہ شخص بہت زیادہ گناہگار ہے۔ دوسرے جو شخص پیغمبر کے آگے سر نیچا کرے وہ ہمارا مرید ہونے کے لائق نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہم نے لوح محفوظ پر دیکھا ہے کہ یہ شخص دنیا سے بے ایمان جائے گا۔

جب راجہ کے پاس یہ جواب پہنچا تو وہ کافر غصہ سے کہنے لگا کہ یہ فقیر غیب کی باتیں کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ یہاں سے چلا جائے جب آپ نے راجہ کا یہ جواب سنا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا: راجہ سے کہہ دو کہ تجھ میں اور ہم میں تین روز کی مہلت ہے یا تو تو یہاں سے چلا جائے گا یا ہم چلے جائیں گے۔

انہی تین دنوں کے اندر غزنی کے سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر نے پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کر لیا اور جو شخص مرید ہونے آیا تھا وہ دریا میں غرق ہو کر مر گیا ہے۔ اسی دن سے ملک ہند میں اسلام کی رونق بڑھی اور کفر کی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں۔ دہلی اور اجمیر کے علاقوں میں اسلام خوب پھیلا۔

خواجہ معین الدینؒ نے خواب میں سلطان شہاب الدین غوری کو بشارت

دی مخی کو پرتھوی راج پر حملہ کر دے۔ فتح نصیب ہوگی۔ اور خواب ہی میں اسے ایک تلوار بھی عنایت کی۔ لہٰذا اس بار جب سلطان آیا تو اسے فتح ہوئی۔
سلطان خواجہ صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوا، شرف قدم بوسی حاصل کیا اور اس امر کی تصدیق کی اس نے خواب میں جس بزرگ کو دیکھا تھا وہ یہی ہیں۔ چنانچہ سلطان شہاب الدین غوری نے بہت کچھ آپ کی نذر و نیاز کی اور مرید ہو کر پہلے دہلی گیا اور پھر غزنی چلا گیا

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد

جب شہاب الدین غوری دہلی آیا تو اس نے اپنے ایک بہت ہی قابل اور معتمد غلام، قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نائب (وائسرائے) مقرر کیا۔ اور اس طرح ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد پڑی اور دہلی اس کا دارالحکومت رہا۔
پرتھوی راج کی ہلاکت کے بعد ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کے لئے خواجہ صاحب رح کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ اجمیر آپ کا روحانی مرکز رہا اور یہیں سے آپ چالیس سال تک ہند کے گوشے گوشے میں مسلمان مبلغ اور درویش بھیجتے رہے جو اسلام کی اشاعت کرتے رہے

خواجہ غریب نوازؒ

سیرت اور وفات

خواجہ صاحبؒ کی سیرت اور روزمرّہ زندگی

جس نے خدمت کی، وہ مخدوم ہوگیا۔ اس ضرب المثل کے مطابق، حضرت خواجہؒ نے اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی ۲۰ سال ۶ ماہ تک دن رات سفر و حضر میں خدمت کی، ان کا بستر اور وضو کا آفتابہ سر پہ لئے پھرتے تھے۔ بزرگوں کا احترام کرتے اور چھوٹوں سے پیار کرتے تھے۔ فقر و فاقہ، محنت و مجاہدہ آپ کی زندگی کا حاصل ہے جب آپ کو خلافت کا اعزاز ملا اور کچھ دنوں بعد آپ اپنے پیر و مرشد سے جدا ہوئے اور سفر و سیاحت کو نکلے تو آپ اپنے مرشد کی طرح کسی جگہ کم ہی قیام کرتے تھے۔ اگر آپ کی شہرت ہو جاتی تو خاموشی سے اس جگہ سے روانہ ہو جاتے تھے۔ آپ کے ہمراہ سفر میں ایک خادم کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا اور اکثر فجر کی نماز، عشا کے وضو سے ادا کرتے تھے۔ آپ کو کبھی غصہ نہیں آتا تھا۔

آپ سے ۲۰۷ کرامات اور معجزے تحریری یا روایتی طور پر منسوب ہیں مگر تمام معجزے مزدت کے وقت حالتِ جذب میں ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کو اپنی کرامات چھپانی چاہیئے۔ مخلوقِ خدا کو فیض رسانی آپ کا کام تھا۔ اسی لئے آپ غریب نواز کہلاتے ہیں کیونکہ آپ نے غریبوں کے دکھوں کا علاج کیا۔ ہندوؤں کا غریب طبقہ، جو مسلمان ہو گیا تھا، اسلام کی سب سے اہم تعلیم توحید، مساوات اور اخوت کی بدولت خوش حال اور ذی وقار ہو گیا۔

آپ اللہ سے بہت ڈرتے تھے اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے آپ کے ارادے کے آگے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ آپ جو کہہ دیا کرتے تھے وہ ہو جایا کرتا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ ہم نے پتھورا کو زندہ پکڑا دیا اور تین دن کے اندر وہ شہاب الدین غوری کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔

خواجہ صاحبؒ موٹا کپڑا، دوہرا پہنا کرتے تھے اگر وہ کسی جگہ سے پھٹ جاتا تو کوئی پاک پرانے ٹکڑے کا پیوند لگا لیا کرتے تھے۔

آپ ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے اور اسی حالت میں جذب میں سفر کرتے رہتے تھے۔ آپ جہاں کہیں جاتے قبرستان میں ٹھہرا کرتے ہر روز دو قرآن شریف ختم کر لیا کرتے تھے جب قرآن مجید ختم کر لیتے تو ہاتف غیبی آواز دیتا تھا۔

قبلت ختمك يا حبيبي۔

زبان میں بہت عمدہ کتابیں لکھی ہیں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ہندوستان میں ان کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں ایک انیس الارواح دوسری کتاب رسالہ وجودیہ۔ آپ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے بہت خوشخط لکھتے تھے اور آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید موجود ہے۔

آپ بہت عمدہ واعظ اور خطیب تھے آپ کی مجلس میں بہت سے مشائخ کامل، جو آپ کے سلسلہ کے نہیں ہوتے تھے، شریک ہوتے اور فیض ظاہری و باطنی حاصل کرتے تھے۔

آپ کے اقوال معارف بہت مشہور ہیں۔ آپ نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو کئی خطوط لکھے تھے جو علم و دانش کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

آپ شاعر بھی تھے، فارسی کلام کا ایک مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ دیوان بھی آپ کے نام منسوب ہے۔

خواجہ معین الدین حسنؒ کے دیوان کے بارے میں نقادوں اور مورخوں میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ پروفیسر محمود شیرانی نے رسالہ اردو، کی اشاعت جولائی ۱۹۲ء میں دیوان کو خواجہ صاحبؒ کا دیوان تسلیم نہیں کیا لیکن پروفیسر عبدالغنی نے اپنی کتاب (ہسٹری آف پرشین لینگویج اینڈ لٹریچر) مغل پیریڈ ان انڈیا، میں اس دیوان کو خواجہ غریب نوازؒ کا دیوان تسلیم کیا ہے۔ پھر دونوں میں عرصہ تک بحث چلتی رہی مگر نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب شمع انجمن (صفحہ ۳۲۷) میں لکھا ہے:

معین الدین چشتی سنجری زبدۃ الاولیا و قدوۃ الاصفیا از نہایت شہرت محتاج ترجمہ نیست دیوانش بملاحظہ در آمدہ این چند بیت از آنجا است۔ (دیکھیے انھوں نے چند اشعار لکھے ہیں)۔ بہر حال، ذیل کی رباعیاں حضرت خواجہ بزرگ رحؒ سے منسوب کی جاتی ہیں ؎

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

کارکہ حسینؑ اختیارے کرد کسے
در گلشن مصطفےؐ بہارے کردی
از ہیچ پیمبراں نیاید ایں کار
واللہ اے حسینؑ کارے کردی

اوصاف علیؑ بگفتگو ممکن نیست
گنجائش بحر در سبو ممکن نیست
من ذات ترا بواجبی کے دانم
اللہ دانم کہ مثل او ممکن نیست

کو ہدایت ملی کہ اس دوران ہم سے کوئی [illegible] تک [illegible] باہر [illegible]
یہ کن اہل خلوت نے ایک قسم کا شور سنا جیسے وجد کی حالت میں پیدا ہوتا ہے اور
تہجد کے وقت یہ آواز بند ہو گئی اور جب اذان کے وقت، حسب
معمول، دروازہ نہیں کھلا تو مریدین اور ابنائے آنجناب علیہ الرحمہ نے کوشش کی مگر کوئی جواب
نہیں ملا تو انہوں نے دروازہ توڑ دیا اور اندر دیکھا کہ عظیم روحانی بزرگ خواجہ
بزرگ رح کی روح پاک جسم خاکی سے پرواز کر چکی تھی اور آپ کی پیشانی مبارک
پر خط قدرت میں عربی کا یہ فقرہ لکھا ہوا تھا:

هٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ

وہ اللہ کا محبوب تھا اور اسی نے اللہ کی محبت میں انتقال کیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ قرآن مجید

(ہم سب خدا کی طرف سے آئے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے)

حضرت خواجہ اجمیری رح کے جنازہ کی نماز آپ کے فرزند اکبر سجادہ دیوان
خواجہ فخر الدین رح نے پڑھائی اور حجرہ شریف ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔

راحت القلوب کے مصنف حضرت نظام الدین اولیاء نے لکھا ہے کہ
جب حضرت خواجہ اجمیری رح کا وصال ہونے والا تھا، اس رات آنحضرت محمد، بعض بزرگوں
کو خواب میں دکھائی دیئے اور فرماتے تھے کہ، معین الدین رح اللہ کے محبوب ہیں
اور ہم ان کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں۔

خواجہ بزرگ رح کے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونی رح اکثر فرمایا کرتے تھے
کہ ہمارا معین الدین اللہ کا محبوب ہے اور مجھے اس کی مریدی سے فخر حاصل ہے،

حضرت خواجہ بزرگ رح کی اللہ سے محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ اہتزاز نے فرمایا کہ ہمارا ایک وقت وہ تھا کہ ہم کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اب یہ وقت ہے کہ کعبہ ہمارا طواف کرتا ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح جو آپ کے خلیفۂ اعظم تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ صاحب رح کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ رح عرش معلیٰ کے پاس کھڑے ہوئے ہیں میں نے پوچھا کہ موت کے بعد کیا گذری ؟ فرمایا کہ اللہ نے مجھے اپنی رحمت سے بخش دیا ہے اور حساب سے بھی معاف کیا ہے اب میں یہاں سکون سے رہتا ہوں ۔

ایک بزرگ نے وفات کے بعد حضرت خواجہ رح کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ موت ، قبر اور منکر نکیر کے ساتھ کیا گذری ۔ آپ نے فرمایا کہ بفضل اللہ کریم سب کچھ آسان ہو گیا اور جس وقت مجھے عرش کے نیچے لے گئے ۔ آواز آئی : اے معین الدین حسن ! تم اس قدر کیوں ڈرے ؟ عرض کیا کہ الٰہی تیری قہاری اور جباری سے ڈرتا تھا فرمان جاری ہوا کہ جو شخص ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو سورۃ الفجر کا پڑھنے والا ہے اسے نہیں ڈرنا چاہیے ہم نے تم کو بخشا اور اپنے مقربین و اصلین میں شامل کیا۔

حضرت خواجہ رح کے مزار شریف پر سب سے پہلے حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری رح نے سنگ مرمر کی عمارت تعمیر کرائی اس کے بعد بعض شاہان مانڈو نے خانقاہِ معلیٰ کا دروازہ بنایا ۔ برصغیر پاک و ہند کی سب سے بڑی درگاہ اور خانقاہ ہے اور برطانوی ہند کے ایک

وائسرائے لارڈ کرزن کے قول کے مطابق یہ قسمِ ہندوستان پر حکومت کرو ہیں

الٰہی تا بود خورشید و ماہی ۔۔۔ اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ چشتیاں را روشنائی ۔۔۔ چراغِ چشتیاں ہرگز نمیرد

حصّہ دوم

تذکرہ

اولاد خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

بعض لوگ نادانی اور ناواقفیت کی بنا پر حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ (الف) حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے شادی ہی نہیں کی تھی اور وہ ساری زندگی مجرّد رہے۔

(ب) بعض کہتے ہیں کہ شادی تو کی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی۔ اور

(ج) بعض کہتے ہیں کہ خواجہ صاحبؒ کے ہاں اولاد بھی ہوئی تھی مگر ایک مدت کے بعد سلسلۂ نسل منقطع ہو گیا۔

ان میں سے ہر ایک متذکرہ قول غلط ہے جیسا کہ حضرت خواجہؒ کے دو بیبیاں تھیں اور دونوں کے شکم سے اولاد ہوئی اور آج تک اولاد

خواجہؒ باقی ہے اور شجرۃ النسب موجود ہے۔

حوالے کی کتب اس دعوے کے ثبوت میں یہ کہنا کافی ہے کہ ملفوظات خواجگانِ چشت مثلاً "سیر الاولیا، فوائد الفوائد، راحت القلوب، سیر الاقطاب" سرور الصدور، دلیل العارفین، مرأت الاسرار۔ اِن کے علاوہ ملفوظات مشائخ قادریہ مثلاً اخبار الاخیار، سیر العارفین، وغیرہ اور کتب تاریخ مثلاً "تاریخ اکبر شاہی، تزک جہانگیری، منتخب التواریخ: ان سب میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی دو بیبیوں اور اولاد کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔

متاہلانہ زندگی کا خیال کیوں نہیں آیا؟ یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ خواجہ بزرگؒ نے شادی نہیں کی۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص تمام زندگی اسلام کی اشاعت کے لئے شب و روز مصروف رہے مگر وہ اسلام ہی کے ایک اصول (یعنی ایک سنت رسولؐ) عقد و نکاح کو نظر انداز کر دے۔ یہ بھی درست ہے کہ خواجہ معین الدین حسنؒ نے نوجوانی میں گھر چھوڑا۔ بلخ اور بخارا میں علم ظاہری حاصل کیا۔ پھر پیر و مرشد کی تلاش میں نکلے، جب خواجہ عثمان ہارونیؒ جیسے پیر و مرشد ملے اور انہوں نے رہنمائی شروع کی تو ۲۰ سال تک سفر و حضر کے دوران، شب و روز اپنے مرشد

کی خدمت میں لیے ہے - عبادت، ریاضت اور مجاہدے کیے - روحانی کمال کو پہونچے اور خرقہ خلافت حاصل کیا - دوبارہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں سے ملک ہندوستان کی روحانی ولادیت کا فرمان حاصل کیا پھر عراق، شام، ایران اور افغانستان میں صوفی درویشوں سے ملتے ہوئے ہندوستان آئے اور اجمیر کو مرکز بنا کر یہاں اشاعت اسلام اور اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالنے کے مشن میں مصروف ہو گئے - اس عظیم اور مسلسل جہد حیات میں، جس کا مقصد محض اللہ اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنا تھا، اتنی فرصت اور مہلت کہاں ملتی کہ خواجہ بزرگ شادی کا خیال بھی دل میں لاتے ؟

بشارت رسول
شادی کی ترغیب

اپنی شب و روز مصروفیات یعنی ذکر اللہ اور اشاعت اسلام کی وجہ سے خواجہ بزرگ رح کے دل میں کبھی شادی کا خیال بھی نہیں آیا - اس لئے سرور کائنات آنحضرت محمد نے حضرت معین الدین حسن چشتی اجمیری رح کو خواب میں بشارت دی: اے معین الدین! تم ہمارے دین کے مددگار ہو - لیکن تم نے ہماری ایک سنت پر اب تک عمل نہیں کیا ۔ دراصل، اس بشارت کے ذریعہ آپ کو شادی کرنے کی طرف رغبت اور توجہ دلائی گئی - چنانچہ خواجہ بزرگ رح کو پہلی مرتبہ شادی کرنے کا احساس ہوا - یہ ۵۹۱ھ کی بات ہے اور اسوقت

آپ کی عمر ۵۵ سال تھی !

سیر الاقطاب (عہد شاہ جہانی میں لکھی گئی) کے

عقدِ اوّل اخبار الاخیار (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ۱۸ ویں صدی میں شائع کی) اور تنشار خواجہ (علامہ معین الدین اجمیری۔ مطبوعہ ۱۹۳۶ء) کے مصنفین نے پہلے رسول اکرم محمدؐ کی بشارت کا ذکر کیا ہے اور پھر لکھا ہے کہ ملک خطاب، حضرت خواجہ صاحبؒ کا مرید تھا اور گڑھ بیٹلی کا حاکم بھی تھا۔ اس نے اس رات ایک مہم میں ایک ہندو راجہ کی بیٹی کو گرفتار کیا اور اسے مِلکِ الیمین (مالِ غنیمت) کے طور پر حضرت خواجہ بزرگؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ راجہ کی بیٹی نے اسلام قبول کرلیا اور خواجہ صاحبؒ نے اس کا اسلامی نام امت اللہ رکھا اور اس سے نکاح کرلیا۔ اور اس بی بی سے اولاد بھی ہوئی۔

اس روایت کی صحت میں کوئی فرق نہیں اور اس واقعہ کی تاریخ (۵۹۱ھ) اگر صحیح تسلیم کرلی جائے تو یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ امت اللہ ہی حضرت خواجہ اجمیریؒ کی پہلی زوجہ تھیں۔ کیونکہ حضرت خواجہؒ کا سالِ ولادت ۵۳۶ھ ہے اور اس اعتبار سے آپ کی عمر اس وقت ۵۵ سال تھی۔

عقدِ دوم یہ ۶۲۰ھ کا واقعہ ہے کہ آپ سے بی بی عصمت سے شادی کرنے کے لئے درخواست کی گئی۔ بی بی عصمت، سید وجیہ الدین مشہدی کی بیٹی تھیں جو قطب الدین ایبک کے

عہد میں) اجمیر کے کمشنر تھے اور سید حسین خنگ سوار کے حقیقی چچا تھے۔
واقعہ یہ ہے کہ بی بی عصمت عفت وعصمت کا نمونہ تھیں، بالغ ہوگئیں۔
والد کی خواہش تھی کہ کسی بزرگ زادہ سے شادی کریں مگر بی بی عصمت
کے لائق کوئی رشتہ نہیں ملتا تھا۔ ایک رات امام جعفر صادق رضؓ نے سید
وجیہ صاحب کو خواب میں فرمایا: اے فرزند وجیہ الدین! رسول اللہ
نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیٹی عصمت کو خواجہ معین الدین رح کے نکاح میں
دیدو۔ صبح سید صاحب نے یہ خواب حضرت خواجہ صاحب رح کو سنایا تو خواجہ
صاحب رح نے جواب میں کہا: بابا وجیہ الدین! میں بہت بوڑھا ہوچکا
ہوں اور مرنے کے قریب ہوں لیکن چونکہ سرور عالم کا فرمان ہے اس لئے
تعمیل حکم کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (اخبار الاخیار۔ شیخ حسام الدین
سوختہ کے بیان میں)۔

خواجہ صاحب رح نے بی بی عصمت سے نکاح کرلیا۔ اور اس وقت
آپ کی عمر ۸۹ سال کے لگ بھگ تھی۔

متذکرہ دو تاریخی واقعات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ۔

(الف) بی بی امت اللہ، حضرت خواجہ رح کی پہلی بیوی تھیں
اور جب ان سے نکاح ہوا تو خواجہ صاحب رح کی عمر ۵۵ سال تھی۔

(ب) بی بی عصمت، حضرت خواجہ رح کی دوسری بیوی تھیں۔
اور ان سے نکاح کے وقت آپ کی عمر ۸۹ سال تھی۔

حضرت سلطان التارکین حمید الدین ناگوری رح حضرت خواجہ

حضرت خواجہؒ کا ایک سوال!

غریب نوازؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور جب تک خواجہ صاحبؒ حیات رہے، اپنی زندگی کا بیشتر حصہ، حضوری میں گزارا۔ سرور الصدور، حضرت سلطان التارکین کی کتاب ہے جسے مورخ اور اہل تصوف مستند تسلیم کرتے ہیں۔ سرور الصدور میں وہ لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ بزرگؒ نے مجھ سے سوال کیا: حمید! کیا سبب ہے کہ جب ہم جوان اور مجرّد تھے اور جب بوقتِ ضرورت ہم بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے تو فوراً قبول ہو جاتی تھی۔ اور اب کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں اور فرزند پیدا ہوئے اور حاجت کے وقت دعا کرتا ہوں تو بہت دیر میں قبول ہوتی ہے اور حاجت بر آتی ہے۔ یہ کیا حکمت ہے؟ خواجہ حمید نے عرض کیا: اے خواجہ یہ واقعہ آپ پر خوب روشن ہے کہ حضرت مریمؑ جب مجرد تھیں تو ضرورت کے بغیر بھی موسم سرما کا میوہ گرما میں، اور موسم گرما کا میوہ سرما میں پہنچتا تھا اور جب حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تو مریمؑ منتظر رہتی تھیں کہ اسی طرح میوہ خلاف موسم پہنچتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا کہ درخت خرما کی شاخوں کو اپنی طرف ہلاؤ تاکہ تم پر تازہ میوہ گرے۔ اس حال میں اور اس حال اس قدر فرق ہے۔ یعنی جب تیرا دل ہمارے ساتھ لگتا تھا تو ہم نے نہیں چاہا کہ تو دور ہے۔ خواجہ بزرگؒ نے اس بات کو پسند کیا۔

سیر الصدور کی اس روایت سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ معین الدین رح نے متاہلانہ زندگی گذاری بلکہ صاحب اولاد بھی ہوئے۔ نیز متاہلانہ زندگی سے انسان کی توجہ دنیاداری اور اولاد میں تقسیم ہو جاتی ہے، اس کا احساس بھی 'قبولِ دعا' کے انداز میں موجود ہے۔

فرزند کے لئے شاہی فرمان

مراءت الاسرار (فارسی) جس کے دو قدیم نسخے ہیں ایک کتب خانہ رامپور اور دوسرا لندن کے برٹش میوزیم میں موجود ہے' میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ رح، دو مرتبہ اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے۔ پہلی مرتبہ سلطان شمس الدین التمش رح کے دور میں دہلی گئے اور اجمیر واپس آئے - اور پھر سید وجیہ الدین مشہدی (جو حضرت سید حسین خنگ سوار رح کے حقیقی چچا تھے، ایک مہم میں شہید ہوئے تارا گڑھ پہ خواجہ بزرگ رح نے سپردِ خاک کیا) کی دختر بی بی عصمت سے نکاح کیا۔ دوسری مرتبہ اپنے فرزند سید فخر الدین رح کی خاطر دہلی تشریف لے گئے اور اپنے فرزند کے لئے سلطان التمش رح سے فرمان حاصل کیا۔

اس تاریخی واقعہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ رح نے نکاح کیا اور ان کے اولاد بھی ہوئی۔ نیز آپ اپنی اولاد کی خوشحالی کے بھی بہت متمنی تھے جیساکہ اپنے فرزند سید فخر الدین رح کے لئے سلطان التمش رح کے دربار سے موضع ماندن کی قابل کاشت آراضی کے سلسلہ میں

فرمان حاصل کیا۔ دوسرے الفاظ میں جہاں حضرت خواجہ اجمیریؒ اشاعت اسلام اور سنّت نبویؐ کی ادائیگی کے ہر فریضہ پر عمل کرتے تھے وہاں وہ متاہلانہ زندگی بھی گذارتے تھے۔ اور اولاد کے حقوق کا خیال بھی رکھتے تھے غرض وہ خاندانی زندگی سے لاتعلق نہیں رہتے تھے۔

شاہی فرمان کے لئے دہلی کا سفر کیوں کیا؟

خواجہ اجمیریؒ کے دہلی تشریف لے جانے اور اپنے فرزند کے لئے خود شاہی فرمان لانے کے متعلق بھی صاحب مرات الاسرار نے تبصرہ کیا ہے۔ جو بہت دلچسپ ہے۔ اوّل یہ کہ سلطان شمس الدینؒ حضرت خواجہ معین الدینؒ کے مرید (خواجہ بختیار کاکیؒ) کا مرید تھا، اگر خواجہ صاحبؒ کا ایک ادنیٰ خادم بھی سلطان سے فرمان (موضع ماندل) جاری کرنے کے لئے جاکر کہتا تب بھی سلطان بلاتامل، اپنی سعادت مندی جان کر، اسی وقت فرمان معافی تیار کرا کے بھیجدیتا لیکن اولیائے کامل بیشتر ترکِ جاہ و مشیخت میں کوشش کرتے رہتے ہیں اور اپنے کو دنیا کی نظروں میں نہایت عاجز دکھاتے ہیں جیسا کہ حضور رسولؐ باوجود اس کمال مرتبت کے، اشیاء خریدنے بازار میں خود تشریف لے جایا کرتے تھے، دوسرے یہ کہ فقراء کاملین کا کام راستی اور دیانت ہے جب آپ کا کوئی مقصود کسی آدمی سے ہو تو وہ اس کو پوشیدہ کیوں رکھیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کی طرف دیکھنے والا ہے۔

دنیا کی رسم اور اہل دنیا کے نیک و بد کہنے سے ان کو کچھ خیال نہیں ہوتا۔
تیسرے یہ کہ حضرت خواجہ کا ایک امیر کے پاس حاجت کے واسطے جانا،
مریدوں کے حق میں ایک رحمت تھی تاکہ کوئی شخص اس کام سے انکار نہ کرے
اور آپ کے مریدوں سے اپنی مشیخت پر ناز نہ کرے۔ اور اصل بات تو
یہ ہے کہ یہ گروہ عارفین مامور ہوتا ہے مگر اپنے حال پر، اپنے اختیار
کو کام میں نہیں لاتا ہے۔ اگر کوئی ہجرت رسول اکرمؐ کو مکہ معظمہ سے
محض بخوف کفار خیال کرے تو یہ اس کی غلطی اور نافہمی ہے۔ وہ ایک
راز تھا آنحضرتؐ کا اپنے پروردگار سے اور رحمت تھی اکثر قوموں کے
حق میں۔

صاحب مرآت الاسرار کی اس تشریح و توجیہ سے بھی یہ ثابت
ہوجاتا ہے کہ حضرت خواجہ اجمیریؒ کو دنیا اُن کی اولاد اور ان کے خادم
کو دنیا کے مال و متاع سے کوئی واسطہ نہیں تھا لیکن خواجہ صاحبؒ یہ بھی
نہیں چاہتے تھے کہ ان کے فرزند کے لیے آراضی کا شاہی فرمان کسی قسم کا
مسئلہ پیدا کردے، اس لیے آپؒ خود، دہلی تشریف لے گئے اور ایک جائز
دنیاوی غرض کے لئے آپ کا یہ سفر اور عارفانہ اقدام بالکل درست تھا۔

خواجہ بزرگؒ اور سلطان التارکینؒ کی اولاد ایک ہے

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ صوفی حضرت حمیدالدین ناگوریؒ پر بہت توجہ فرماتے تھے۔ ایک

روز فرمایا کہ تم سلطان التارکین ہو ۔ اس روز سے وہ اسی لقب سے مشہور ہوئے ۔ مونس الارواح کی مصنف جہاں آرا بیگم دختر شہنشاہ شاہ جہاں نے لکھا ہے ۔ ایک دن خواجہ بزرگ رح نے فرمایا : حمید الدین! تمہاری اولاد اور میری اولاد ایک ہے ۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ اس زمانہ سے اب تک ان دونوں بزرگوں کی اولاد میں رشتہ داری اور قرابت چلی آرہی ہے ۔

مونس الارواح کی اس روایت سے ایک بہت اہم پہلو سامنے آتا ہے حضرت حمید الدین رح ناگوری کو سلطان التارکین قرار دینے کے بعد ، خواجہ بزرگ رح کو آخر یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی : حمید الدین! تمہاری اولاد اور میری اولاد ایک ہے ۔ اگر اسے صرف روحانی اولاد تسلیم کر لیا جائے تو یہ تاریخ اور اس خاندان عالیہ کے جلیل القدر فرزندوں پر بھی ظلم ہوگا ۔ کیونکہ اس ارشاد کے بعد سے آج تک ان دونوں بزرگوں کی اولاد کے درمیان بھی رشتہ داری اور قرابت جاری ہے ۔ پہلا رشتہ حضرت سلطان التارکین کے پوتے خواجہ مخدوم حسین ناگوری کی دختر کا عقد حضرت خواجہ بزرگ رح کے فرزند خواجہ فخر الدین کی اولاد کے سلسلہ میں خواجہ تاج الدین بایزید رح اول کے فرزند خواجہ نور الدین محمد طاہر رح سے ہوا ۔ اور اس کے بعد سے یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور ان کی اولاد کے درمیان ایک دوسرے کے دادا اور نانا، چچا اور ماموں کا رشتہ چلا آرہا ہے ۔

خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ

خواجہ فخر الدینؒ

خواجہ حسام الدین سوختہؒ

خواجہ معین الدین خورد دومؒ

خواجہ قیام الدینؒ

خواجہ نجم الدین خالدؒ

خواجہ کمال الدین حسن احمدؒ

خواجہ شہاب الدینؒ

خواجہ تاج الدین بایزید اولؒ

خواجہ نور الدین محمد طاہرؒ

یہاں سے خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کے خاندان سے رشتہ داری شروع ہوتی ہے جو آج تک چلی آرہی ہے۔

مونس الارواح کی اس روایت اور حمید الدین ناگوریؒ کے خاندان سے، خواجہ غریب نوازؒ کی اولاد کی قرابت اور رشتہ داری ثابت ہونے کے بعد، اس دعوے کے لئے کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی کہ حضور خواجہ غریب نوازؒ کی اولاد کا سلسلہ زمانہ کے کسی پہاڑ کی سطح پر مفقود ہوگیا! بلکہ ان دونوں بزرگوں کی اولاد عالم اسباب میں

آپس میں رشتہ داری کی بنیاد پر اور عالم روحانی میں ایک ہی روحانی رہبر حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کی روحانی اولاد ہونے کی وجہ سے، ایک ہی ہے

زوجۂ اول کون ؟ ہمارے دور میں، مورخین اور سیرت نگاروں کا اختلاف اب اس امر پر نہیں رہا ہے کہ خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ نے شادی کی یا نہیں؟ ان کے ہاں اولاد ہوئی کہ نہیں ؟ اور اگر اولاد ہوئی تو سلسلہ نسل کب اور کہاں منقطع ہوا؟ دراصل ، اب زیر بحث مسئلہ یہی ہے کہ خواجہ بزرگؒ نے بی بی امت اللہؒ اور بی بی عصمت میں پہلے کس سے نکاح کیا؟ لیکن تذکرہ سطور میں تاریخی کتب و سنن کا حوالہ دے کر ہم اس مسئلہ کو بھی صاف کر چکے ہیں۔ ویسے حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

کونسی اولاد کس ماں سے ہے ؟ اب اس بات پر سب متفق ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے ہاں دونوں بیبیوں سے اولاد ہوئی۔ اور ان کے اسماء اور ترتیب عمری پر بھی سب متفق نظر آتے ہیں جو یہ ہے۔ ١۔ حضرت خواجہ فخر الدینؒ ۲۔ خواجہ حسام الدینؒ ۳۔ خواجہ ضیاء الدین ابو سعیدؒ اور ۴۔ بی بی حافظ جمالؒ۔

عام طور سے یقین کیا جاتا ہے کہ خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدین اور بی بی حافظ جمال، بی بی امت اللہؒ کے بطن سے تھیں (حوالہ کے لئے: مونس الارواح اور اخبار الاخیار)۔ اور بی بی امت اللہؒ حضرت خواجہ کی پہلی زوجہ تھیں۔

اس کے علاوہ، خواجہ ضیاالدین ابوسعیدؒ، جو سب سے چھوٹے تھے، بی بی عصمت کے بطن سے پیدا ہوئے جو حضرت خواجہ بزرگؒ کے نکاح میں اس وقت آئیں جب ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

نثار خواجہ کے مصنف علامہ معین الدین اجمیریؒ نے لکھا ہے کہ گلبرگہ کے حضرت سید محمود گیسودرازؒ اور ان کے حلقۂ ارادت کا خیال ہے کہ، خواجہ حسام الدینؒ اور خواجہ ضیاء الدین ابوسعیدؒ بھی بی بی عصمت کے بطن سے پیدا ہوئے۔ گویا تینوں بیٹے انہی کے بطن سے تھے۔ لیکن مولینا شمس الدین طاہرؒ اور ان کے حلقۂ ارادت کا خیال ہے کہ یہ دونوں (حسام الدینؒ اور ابوسعیدؒ) بی بی امت اللہؒ ہی کے بطن سے تھے۔ اس لئے یہ بات بہت مشکل ہے کہ کسی مستند حوالے کے بغیر صحیح نتیجہ اخذ کیا جائے۔

بی بی حافظ جمالؒ

اس بات پر سب متفق ہیں کہ بی بی حافظ جمالؒ، بی بی امت اللہؒ کے بطن سے تھیں۔ صاحب کمال تھیں ان کو عظیم باپ کی تعلیم و تربیت نے درجۂ کمال کو پہنچا دیا۔ اور ولیہ کا درجہ رکھتی ہیں اور عورت ہونے کی وجہ سے

خلیفہ نہیں ہو سکتی تھیں مگر خلافت کا درجہ ہی رکھتی ہیں۔ ان کی شادی، شیخ رضی الدینؒ سے ہوئی جن کا مزار ناگور سے ذرا فاصلہ پر منڈولا تالاب کے کنارے پر واقع ہے۔ اور بی بی حافظ جمال کا مزار حضرت خواجہ بزرگؒ کے مزار کے باہر، جنوبی احاطہ میں ہے۔

صاحب مناقب الحبیب کا فیصلہ!

مناقب الحبیب (۱۳۳۲-۳۳ھ) کے مصنف خواجہ حاجی محمد نجم الدین چشتی قادریؒ خلیفہ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ نے اس بحث کو بڑے اچھے پیرائے میں طے کر دیا ہے: "بہر طور یہ اولاد خواجہ ہیں، خواہ کسی ماں سے ہوں۔ نسب میں ماں کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ہر صاحب زادہ صحیح النسب اور سادات عظام میں ہے اور جو کوئی اس میں شک کرے وہ اس سلسلہ عالیہ کا مرتد ہے۔"

اولاد کے بارے میں غلط فہمی کیوں پیدا ہوئی؟

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آخر خواجہ بزرگؒ کی شادی اور اولاد کے بارے میں یہ شک، غلط فہمی اور اختلاف کیوں پیدا ہوا؟ اخبار الاخیار، ملائن المعین اور ملفوظات خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی اولاد کے بارے میں جو اختلاف پیدا ہوا ہے وہ تاج الدین بایزیدؒ اول

کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ان کے عہد میں، سلطنت دہلی کے کمزور ہونے کی
وجہ سے دین اسلام میں سستی واقع ہوگئی تھی اور اس کے نتیجہ میں اجمیر
اور دیگر علاقوں پر کفار کا غلبہ ہوگیا تھا۔ تب ملک میں حضرت خواجہ
بزرگ رح کی اولاد پراگندہ اور منتشر ہو گئی اور اجمیر سے نکل گئی البتہ بعض خدام
کے علاوہ، دوسرے مسلمان اجمیر میں کم ہی رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ تو یہاں
تک ہوا کہ اجمیر شریف پر کفار کا مکمل قبضہ ہوگیا اور حضرت خواجہ اجمیری رح
کی خانقاہ کو کفار نے بت کدہ بنا دیا۔ لہٰذا خواجہ تاج الدین بایزید
اول رح اجمیر سے ہجرت کرکے بغداد اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ چلے گئے
اور مدت دراز تک وہیں قیام کیا اور تحصیل علم کرتے رہے۔ دوسری اولاد
اور پوتے گجرات چلے گئے۔ خواجہ معین الدین خورد رح کی
اولاد مانڈو گڈھ اور مالوہ چلی گئی۔

جب مدت دراز کے بعد، اجمیر میں آفتاب اسلام دوبارہ طلوع
ہوا اور اسلام کی رونق بڑھی تو خواجہ بایزید اول رح جو بغداد سے مانڈو
گڑھ پہونچ چکے تھے اور وہاں کے شیخ الاسلام شیخ محمود دہلوی رح
تحقیق اور ثبوت کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ حضرت بایزید اول خواجہ
اجمیری رح کی اولاد ہیں، اس لئے صاحب موصوف نے اپنی بیٹی کا نکاح
ان سے کر دیا۔ مالوہ اور گجرات کا سلطان محمود خلجی، حضرت خواجہ بزرگ رح
کا عقیدتمند تھا وہ حضرت بایزید اول رح کو اپنے دربار میں بلاتا تھا۔
اور ان کے فرمودات کو بغور سنتا تھا اور ان کا بے حد احترام کرتا تھا۔

اس پر بعض امرائے دربار اور چشت خاں کو رشک ہو گیا اہنوں نے سلطان کو مشورہ دیا کہ حضرت بایزید اول رح کو اجمیر بھیج دیا جائے۔ جہاں وہ مدرسی کے فرائض انجام دیں چنانچہ بایزید اولؒ دوبارہ اجمیر آئے انھوں نے اسلامی تعلیمات کا درس دیا اور درگاہ خواجہ غریب نواز رح کو بتوں سے بھی پاک کیا۔ اس طرح خواجہ معین الدین حسنؒ کا خاندان دوبارہ اجمیر میں آباد ہوا

خاندان چشتیہ

انقلاب زمانہ عظیم الشان سلطنتوں کو دقار اور عالی مرتبت خاندانوں کو زیر و زبر کر دیتا ہے، خاندانِ چشتیہ عالیہ بھی اس قانونِ فطرت سے کیسے بچ سکتا تھا۔ سلطنتِ مغلیہ، جو اس قابلِ احترام خاندان کی کفالت کرتی تھی وہ زوال پذیر ہونے لگی اور دوسری طرف اولادِ خواجہ بزرگ رح کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ ابھرنے لگا جو آستانہ شریف کی خدمت کے صلہ میں حصہ دار بنتا چلا گیا یہاں تک کہ حضرت خواجہ بزرگ رح کے خاندان کے افراد کی قلت اور غفلت کے نتیجہ میں یہ گروہِ خدام، ان حقوق پر بھی قابض ہو گیا جس کا وہ شاہی فرامین کی روشنی میں کبھی بھی مستحق نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ حقوق اور استحقاق، سی خاندانِ عالیہ کی بدولت وجود میں آئے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رح کی اولاد کو اپنے جدِ امجدؒ کی سجادگی کا اعزاز حاصل ہے اور یہ اعزاز اسلامی ہند کی تاریخ میں حق اللہ

باطل کی کشمکش کی ایک طویل داستان ہے۔ جسے بیان کرنے کے لئے ہر سجادہ نشین اور دیوان کے حالات الگ الگ درج کئے جاتے ہیں۔

اولادِ خواجہؒ کے چار عہد

حضرت مولینا معین الدین اجمیریؒ نے اپنے ایک مضمون (مطبوعہ ۱۹۳۰ء) میں عروج و زوال کے اعتبار سے اولادِ خواجہؒ کے چار عہد مقرر کئے ہیں :-

عہد اول - حضرت خواجہ فخر الدینؒ فرزند کلاں حضرت خواجہ بزرگؒ سے حضرت خواجہ حسینؒ اجمیری تک۔

عہد دوم - حضرت دیوان ولی محمد سید ابو الخیرؒ سے دیوان سید مہدی علی خان تک۔

عہد سوم - دیوان سراج علی خانؒ سے دیوان شرف الدین علیخاںؒ تک۔

عہد چہارم :- دیوان سید آل رسول (او تقسیم ہند ۱۹۴۷ء) سے شروع ہوتا ہے اور ابھی جاری ہے۔

اب ہم اولادِ خواجہؒ کے بارے میں عہد بہ عہد اور فرداً فرداً تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

عہد اوّل

یہ عہد خواجہ بزرگؒ اجمیری کے فرزند کلاں،

حضرت خواجہ فخر الدینؒ سے شروع ہوتا ہے اور حضرت خواجہ حسین بال جیتی پر ختم ہوتا ہے۔

خاندان چشتیہ کا عہد اولین، اس کا عہد عروج ہے۔ جو چار سو سال تک جاری رہا۔ اِس عہد میں اولاد خواجہ بزرگؒ میں سے ذیل کے گیارہ ارکان سجادہ مقرر ہوئے اور ان میں سے ہر ایک اپنے زمانہ کی نادر روزگار شخصیت ہے۔

۱۔ **حضرت خواجہ فخر الدینؒ**، حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کے سب سے بڑے فرزند تھے اور کامل بزرگ تھے۔ خواجہ صاحبؒ ان سے بہت محبت کرتے تھے اور خواجہ فخر الدین کاشت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک گاؤں موضع ماندل نام کا آباد کیا تھا۔ جب حاکم اجمیر نے اس موضع کا ان سے فرمان شاہی طلب کیا اور انھیں کاشت سے روکا تب حضرت خواجہ بزرگؒ ان کی درخواست پر خود دہلی تشریف لے گئے اور سلطان شمس الدین التمش سے فرمان لکھوا کر لائے اور صاحب زادہ کو دیا اور حاکم اجمیر اپنی حرکت سے باز آیا۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کی وفات کے بعد یہی فخر الدینؒ مسند پر بیٹھے اور ۲۰ سال تک مخلوق خدا کی خدمت کی تاریخ وفات ۵ شعبان سنہ ۶۵۱ھ ہے اجمیر سے ۶ میل دور قصبہ سرواڑ میں آپ کا مزار شریف ہے۔ اور ہر سال وہاں آپکا عرس ہوتا ہے۔

سیرالاقطاب اور اقتباس الانوار میں ان کے پانچ فرزند لکھے ہیں مگر ان میں سے سب سے بڑے سید حسام الدین سوختہ ہیں۔ باقی فرزندوں کے نام اور ذکر نہیں ملتے۔

۲۔ خواجہ ابوسعید ضیاء الدین رح

خواجہ معین الدین حسن رح کے تیسرے فرزند تھے اپنے والد سے بیعت تھے اور کامل بزرگ تھے۔ اپنے بڑے بھائی خواجہ فخرالدین کے انتقال پر سجادہ ہوئے اور خلق خدا کو بہت فیض پہنچایا۔

۶۹۵ھ میں ۵۰ یا ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مزار شریف اجمیر میں جھالرہ پر ہے۔

سیرالاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے دو فرزند ہوئے مگر ان کے بارے میں تاریخ بالکل خاموش ہے۔

۳۔ خواجہ حسام الدین سوختہ رح

حضرت خواجہ فخرالدین رح کے فرزند اور خواجہ بزرگ رح کے پوتے تھے اپنے چچا خواجہ ابوسعید ضیاء الدین رح کی وفات کے بعد تیسرے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے شیخ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء سے صحبت رکھتے تھے۔ چونکہ عشق الہٰی میں

جلتے رہتے تھے اِس لئے سوختہ لقب پڑ گیا۔

ان کا مزار قصبہ سانبھر میں ہے۔

ان کے دو فرزند تھے ایک معین الدین خوردؒ اور دوسرے شیخ قیام الدین بابر بانؒ۔ دونوں صاحب کمال ولی ہوئے ہیں۔ شیخ قیام بابر بانؒ کے فرزند خواجہ نجم الدین خالدؒ اور ان کے فرزند خواجہ کمال الدین حسن اجمیریؒ تھے اور ان کے فرزند خواجہ شہاب الدینؒ تھے

۴۔ خواجہ معین الدین خوردؒ

حضرت خواجہ حسام الدینؒ سوختہ کے بڑے فرزند تھے اور وہ خورد (یعنی چھوٹے) خواجہ معین الدین حسن چشتی بزرگؒ کی نسبت سے کہلاتے ہیں۔ بہت ریاضت و مجاہدے کئے اور حضرات خواجہ بزرگؒ کے حکم سے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کے مرید ہوئے اور ان سے خلافت بھی حاصل کی۔ محدث دہلویؒ نے آپ کے لئے لکھا ہے کہ آپ بالکل حضرت خواجہ بزرگؒ کے مظہر تھے۔

مزار اجمیر شریف میں ہے اور روضۂ خواجہ بزرگؒ کے پائیں میں واقع ہے۔

ان کے فرزند کا نام خواجہ نظام الدینؒ ہے۔ دوسری اولاد کا ذکر نہیں ملتا۔

۵۔ خواجہ نظام الدینؒ

حضرت خواجہ

معین الدین خورد کے فرزند تھے اور ان کی وفات پر سجادہ نشین ہوئے۔
اپنے وقت کے کامل عارف تھے۔

۶۔ خواجہ فرید الدینؒ

حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے فرزند تھے اور اپنے والد کی وفات پر گدی نشین ہوئے۔ ان کے زمانہ میں اجمیر پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا تھا اور خواجہ بزرگؒ کی اولاد کو گجرات، مانڈو اور دوسرے مقامات کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

خواجہ فرید الدینؒ کے ایک فرزند سید قطب الدین خاں تھے۔ ان کا لقب چشت خان تھا۔ مانڈو کے سلطان محمود خلجی نے ان کو بارہ ہزار سوار جنگی کا مالک بنایا اور چشت خاں کا خطاب بھی دیا۔ مقرب سلطان اور روزرائے سلطنت میں سے تھے۔ ان کی خواجہ بایزید بزرگؒ سے چشمک بھی ہوئی۔

۷۔ خواجہ تاج الدین بایزیدؒ اول (بزرگ)

حضرت خواجہ شہاب الدینؒ کے فرزند تھے جو خواجہ قیام الدین بابریانؒ ابن خواجہ حسام الدینؒ سوختہؒ کے فرزند تھے۔

چونکہ مانڈوے کے سلطان محمود خلجی کی بدولت، اجمیر سے ہندو غلبہ ۱۴۰ سال بعد ختم ہوا تھا اس لیے درگاہ اجمیر شریف کی گدی بحال ہوئی اور خواجہ تاج الدین بایزید رحمؒ کو سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔ آپ نے درس و تدریس شروع کیا اور اجمیر کو رشک بغداد اور شیراز بنا دیا ــــ سلطان محمود خلجی نے آپ کی بیش قرار ماہانہ تنخواہ بھی مقرر کردی تھی۔ آپ کی بدولت اجمیر میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوگیا اور اجمیر شریف میں نارنول، ہانسی، دہلی اور ناگور وغیرہ سے علماء اور شرفاء کے تین سو سے زیادہ خاندان آباد ہوئے تھے۔

سلطان محمود خلجی نے خانقاہ خواجہ بزرگؒ کے پاس مسجد عالی تعمیر کرائی اور ان کی اولاد کی بہت خدمت کی ۔ خواجہ نعمت اللہؒ کو سیف خانی کا خطاب دے کر، اجمیر کا حاکم مقرر کیا اور خود اپنے دارالحکومت چلا گیا ۔

یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ خواجہ چشتیؒ کے فرزندوں میں جن صاحبزادہ کے لیے تنازعہ مشہور ہے وہ بھی شیخ بایزید ہیں ۔ خواجہ معین الدین خورد کی اولاد میں سے چشت خاں جو سلطان محمود خلجی کے وزیر تھے، خواجہ بایزید بزرگؒ سے خاندانی پرخاش و چشمک رکھتے تھے اسلئے انھیں یہ بات پسند نہیں آئی کہ سلطان، بایزید بزرگؒ کا معتقد ہے۔ چشت خان نے کسی نہ کسی طرح سلطان سے بایزید بزرگؒ کا تقرر کرا کے انھیں درگاہ شریف اجمیر بھجوا دیا مگر جب پڑھنے والوں کی ایک بڑی جماعت نے اُن سے تعلیم حاصل کرنے سے انکار کردیا اور سلطان کو

درخواست دی تب سلطان نے علماء اور مشائخین وقت سے بایزید بزرگؒ کی خاندانی شرافت کے بارے میں سوال کیا۔ مخدوم خواجہ حسین ناگوریؒ اور مولینا رستم اجمیریؒ اور دوسرے معزز علماء نے شہادت دی کہ بایزید بزرگؒ دراصل شیخ قیام الدین بابر بالؒ ابن خواجہ حسام الدین سوختہؒ، ابن خواجہ فخر الدینؒ ابن خواجہ معین الدین چشتیؒ کی اولاد ہیں۔ یہ پہلا تنازعہ ہے، جو تاریخ میں اولاد خواجہؒ کی نسبی وخاندانی شرافت سے متعلق ملتا ہے،

خواجہ بایزید بزرگ رحمتہ ڈیڑھ سو سال کی عمر پائی۔ مزار پایان روضہ خواجہ بزرگ ہے خواجہ نورالدین محمد طاہرؒ ان کے فرزند تھے۔

۸۔ خواجہ نورالدین محمد طاہرؒ

اپنے والد خواجہ تاج الدین بایزیدؒ کے انتقال پر سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ان کی شادی خواجہ مخدوم حسین ناگوریؒ کی دختر سے ہوئی اور ان سے خواجہ بزرگؒ کی اولاد کی رشتہ داری اب تک چلی آرہی ہے۔ اپنے والد کے مرید تھے ولی کامل، عارف باللہ اور اپنے والد کے خلیفہ تھے۔

سجدے ہی میں انتقال ہوا۔ ان کے ایک بیٹی ہوئی اور ایک فرزند سید رفیع الدین بایزید خوردؒ (دوم) تھے۔

۹۔ خواجہ رفیع الدینؒ بایزید خورد (دوم)

خواجہ

نورالدین محمد طاہر کے فرزند تھے - اپنے والد کے مرید اور خلیفہ تھے -
ان کی وفات کے بعد خواجہ بزرگ رح کی گدلا پر متمکن ہوئے - اپنے وقت
کے عظیم الشان شیخ ہوئے ہیں - خواجہ معین الدین ثالث رح ان کے فرزند تھے -
جب تک بایزید خورد رح (دوم) زندہ رہے، کافر اجمیر کو دوبارہ فتح
نہیں کر سکے - ان کے بعد، رانا سانگا نے تلوار کے زور سے اجمیر پر قبضہ کیا اور
۲۱ - برس تک اجمیر رانا سانگا کے قبضہ میں رہا -

۱۰ - خواجہ معین الدین ثالث رح

خواجہ رفیع الدین
بایزید خورد رح (ثانی)
کے فرزند تھے اور ان کے انتقال پر گدی نشیں ہوئے - ان کو سید معین
الدین خورد بن خواجہ حسام الدین سوختہ رح کی وجہ سے ثالث (سوم) کہتے تھے -
جب رانا سانگا نے اجمیر پر قبضہ کرلیا اور مسلمان وہاں سے دوسرے
علاقوں میں چلے گئے، تب خواجہ معین ثالث رح کی عمر ۹ سال تھی ان کے
خدمت گار انہیں ان کے ننھیال یعنی ناگور لے گئے اور خود سلطان سکندر
لودھی سے ملنے آگرہ چلے گئے - سلطان نے خواجہ ثالث کے لئے ۱۲ ہزار تنگہ
بطور اخراجات خدمت گاروں کو دیئے - اور اجمیر فتح کرنے کا وعدہ بھی
کیا مگر انتقال کرگیا -
سکندر لودھی کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم لودھی ۲ دہلی کا بادشاہ بنا
اس نے بھی بارہ ہزار تنگہ کی رقم برقرار رکھی جو اس زمانہ کے ۲۵ - ۳۰

ہزار روپے کے برابر ہے۔
جب بابر دہلی کے تخت پر بیٹھا اور خدمت گار اس کے پاس بھی گئے
خود بابر ہی نے بارہ ہزار تنگہ سالانہ رقم کو کم بتایا اور اسے دوگنا کر دیا
بابر کے ابتدائی زمانہ ہی میں معین الدین ثالثؒ انتقال کر گئے۔
اور ان کا مزار ناگور میں ہے۔
خواجہ معین الدین ثالثؒ کے تین فرزند تھے۔ ۱۔ خواجہ حسنؒ۔
۲۔ خواجہ حسینؒ بال جاتی۔ ۳۔ خواجہ ابوالخیرؒ

۱۱۔ خواجہ حسینؒ بال جیتیؒ

خواجہ معین الدین ثالثؒ کے دوسرے
فرزند تھے۔ کامل بزرگ، ولی اور شیخ وقت تھے۔ ان سے بشمار
کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ تمام عمر ریاضت، مجاہدہ اور تزکیہ نفس کیا۔
اور شادی نہیں کی اس لیے لوگ ان کو بال جیتی (یعنی مجرد) کہتے تھے۔
اپنے والد کے بعد سجادہ نشیں ہوئے اور ہزارہا مخلوق خدا کو فیض پہنچایا
اور اللہ کا راستہ دکھایا۔

دہلی کے افغان بادشاہ شیر شاہ سوری نے اجمیر کو راجہ مالدیو سے
بزور شمشیر فتح کیا اور خواجہ معین الدین ثالثؒ کی اولاد کے حوالے کیا۔ ان
کے تینوں فرزند خواجہ حسنؒ، خواجہ حسینؒ بال جیتی اور خواجہ ابوالخیرؒ ناگور سے
اجمیر منتقل ہو گئے۔

سجّادہ نشینی کا واقعہ خواجہ حسینؒ کی سجادہ نشینی کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ ان کے بڑے بھائی خواجہ حسنؒ مجذوب تھے۔ سجادہ نشینی ان کا حق تھا مگر مجذوب ہونے کی وجہ سے موزوں نہ تھے۔ اس لئے لوگوں نے طے کیا کہ وہ ان تینوں فرزندوں کو روضہ خواجہ بزرگؒ پر لے جائیں اور جس کے ہاتھوں سے دروازہ کھل جائے۔ اسی کو سجادہ نشین مقرر کر دیا۔ دو صاحبزادوں کے ہاتھ سے دروازہ نہیں کھل سکا اور منجھلے صاحبزادے خواجہ حسینؒ بال جیتی کے ہاتھ سے دروازہ کھل گیا اور وہ سجادہ نشین مقرر کئے گئے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کی اولاد میں کسی نے بھی اسلام کی خاطر اتنے مصائب و آلام نہیں اٹھائے یوم سجادگی سے لے کر تقریباً عمر کے آخری حصہ تک، خواجہ حسینؒ حق و باطل کی جنگ لڑتے رہے اور ہمیشہ حق کے ساتھ رہے اگر وہ اکبر کے دین الٰہی کا مستقل مزاجی سے مقابلہ نہیں کرتے تو برصغیر میں اسلام کو اتنا نقصان پہنچتا جس کی تلافی صدیوں ممکن نہیں ہوتی۔ خواجہ بزرگؒ کی اسوہ تمام جدوجہد پر پانی پھر جاتا، جو انہوں نے اشاعت اسلام کے لئے قلمرو کذہند میں کی۔

دین الٰہی کا فتنہ ملا مبارک، جو پہلے حضرت سلطان

التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری کی درگاہ کے خادم تھے علماء اور مشائخ کی درباری سازشوں کے نتیجہ میں اکبر کے دربار سے نکالے گئے تھے اور منہ چھپائے پھرتے تھے عرصہ کے بعد، ایک دن اکبر نے اپنے دربار میں ان کے فرزندوں ابوالفضل اور فیضی کو طلب کیا وہ سمجھے کہ قتل کر دیئے جائیں گے مگر جب انہوں نے اکبر سے تبادلہ خیال کیا تو اکبر ان کی بے مثل قابلیت سے بے حد متاثر ہوا اور ابوالفضل کو وزیر اعظم مقرر کر دیا۔

ملّا مبارک، اس کے بعد بھی اکبر کے دربار نہیں گئے بلکہ اپنے فرزندوں سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے دربار اکبری میں بہت اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا۔

اب انہوں نے دربار کے علماء اور مشائخ سے اپنا قدیم انتقام لینے کے لئے ایک نیا مذہب، ایجاد کیا جو دین الٰہی، کہلایا۔ اور شہنشاہ اکبر کی سرپرستی اور رہبری میں اس نئے عقیدہ کی اشاعت شروع کر دی۔ اکبر کی جہالت، دولت اور قوت کے ذریعہ دین الٰہی، کو فروغ دینے کی جدوجہد شروع کر دی گئی حالانکہ یہ مذہب اکبر کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔

دین الٰہی سے پہلے اکبر، حضرت خواجہ بزرگ کا بے حد عقیدت مند تھا اور اس وقت تک حضرتؒ کے روضہ شریف کی زیارت کے لئے کم و بیش دس مرتبہ اجمیر کا سفر کر چکا تھا۔ لیکن اس نے علماء اور صوفیاء

کرام پر سیاسی دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تاکہ وہ دین الٰہی قبول کرلیں جو بظاہر اکبر کے اقتدار کو مضبوط کرنے اور ہندوؤں کو رام کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا۔ اور اس کی اشاعت سے اسلام کو زبردست صدمہ پہنچا۔

خواجہ حسین ؒ کے خلاف ابوالفضل اور اکبر کی سازش

اکبر کی نظر میں عزت و عظمت برقرار رکھنے کیلئے ابوالفضل اکثر یہ کہا کرتا تھا کہ دیوان خواجہ حسین ؒ میرے خالہ زاد بھائی ہیں۔

جب اکبر "اجمیر آیا تو وہ خواجہ حسین ؒ سجادہ نشین سے بھی ملنے گیا اور ابوالفضل ساتھ تھا۔ اکبر نے خواجہ حسین ؒ سے پوچھا کیا شیخ ابوالفضل آپ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: کل مومن اخوۃ۔ (ہر مومن آپس میں بھائی ہے) دوسری بار بھی آپ نے یہی جواب دیا تب بادشاہ نے سمجھ لیا کہ ابوالفضل کا بیان غلط ہے جس سے وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اسی وقت سے وہ دیوان خواجہ حسین ؒ سے عداوت رکھنے لگا۔

ایک دن موقع پاکر ابوالفضل نے اکبر سے کہا کہ خواجہ حسین ؒ فوج جمع کرکے آپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تاکہ دہلی کا خود بادشاہ بن جائے اکبر کو یقین نہیں آیا تب ابوالفضل نے بتایا کہ اسی سازش میں جو دھ پور اور

جے پور اور کوٹہ بوندی کے راجہ بھی شامل ہیں اور یہ سب ہر روز خواجہ حسینؒ کو سلام کرنے جاتے ہیں ۔ ان راجاؤں میں سے کسی کو بھی امتحان لینے کی خاطر حکم دیں کہ وہ خواجہ حسینؒ کا سر اتار لائے ۔ اگر وہ اقرار کرلے تو مجھے جھوٹا جانئیے اور انکار کرے تو میں سچ کہتا ہوں

اب اکبر نے جودھ پور، جے پور اور بیکانیر کے راجاؤں کو حکم دیا کہ خواجہ حسینؒ کا سر اتار لاؤ ۔ انھوں نے کہا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم نیک آدمی اور درویش کا سر اتار لائیں ۔ غرض اکبر کے اصرار کے باوجود انھوں نے یہ گناہ کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس پر اکبر کو شک ہوگیا کہ ابوالفضل سچ ہی کہتا ہے اور وہ خواجہ حسینؒ سے بدظن ہوگیا ۔

خواجہ حسینؒ کی جلا وطنی

اب اکبر اور ابوالفضل کے پاس خواجہ حسینؒ کو جلا وطن کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا ایک پاک باطن فقیر اور بے گناہ سجادہ نشین کو جرم بتائے بغیر شاہی فرمان دیا گیا کہ وہ فوراً اجمیر شریف سے مکہ معظمہ تشریف لیجائیں اور باقی زندگی وہیں گذاریں ۔

واضح رہے کہ اکبر اور ابوالفضل کی سیاسی سازشوں سے جو علماء اور درویش زندہ بچ جاتے تو انھیں سزا دینے کا عام طریقہ یہ تھا کہ شاہی فرمان کے ذریعہ انھیں مکہ معظمہ روانہ کر دیا جاتا اور اسطرح وہ تاحیات

جلا وطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیے جاتے تھے۔

حضرت خواجہ حسینؒ اپنے چند رفیقوں کے ساتھ خاموشی سے مکہ معظمہ روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچ کر مستقل قیام اختیار کر لیا۔

ابوالفضل کی تدبیر کامیاب رہی اور اس نے موقع پاکر حویلی دیوان صاحب کو گروا دیا اور اسی کی جگہ اکبری مسجد تعمیر کرادی جس میں اب مدینۃ عثمانیہ دارالعلوم اور ایک کتب خانہ بھی قائم ہے۔

خواجہ حسینؒ کی مکہ معظمہ سے واپسی

مکہ معظمہ میں ایک دن خواجہ حسینؒ کے ایک خدمت گار نے اصرار کیا کہ اجمیر شریف واپسی چلنے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ آپ نے مجبور ہو کر فرمایا کہ اکبر خود بخود فرمان بھجوا کر ہمیں بلوائے گا۔ انشاءاللہ

اسی رات اکبر کے پیٹ میں ایسا درد ہوا کہ تمام حکیم اور طبیب عاجز آگئے۔ جب ذرا آنکھ لگی تو اکبر نے خواب میں دیکھا اور خواجہ بزرگؒ کو یہ کہتے سنا: تو نے ہمارے فرزند اور سجادہ نشین کے ساتھ ناانصافی کی ہے۔ اگر تندرست ہونا چاہتا ہے تو اسکو مکہ معظمہ سے جلد بلا۔ اکبر نے اسی وقت خواجہ حسینؒ کی جلا وطنی کا حکم منسوخ کیا اور ان کی واپسی کا فرمان جاری کیا تو اسے درد سے نجات مل گئی۔

اس واقعہ کو خواجہ بزرگؒ کے خاندانِ عالیہ کے وقائع نگار دل

نے تفصیل سے لکھا ہے مگر اسے ابوالفضل نے اکبر نامے میں بڑی چالاکی سے نظر انداز کر دیا حالانکہ اسی نے خواجہ حسینؒ اور اکبر کی کشمکش کے واقعات اپنے نقطۂ نگاہ سے بالتفصیل لکھے ہیں۔

قلعہ بکھر میں نظر بندی

مکّہ سے واپسی پر خواجہ حسینؒ کی پہلی ملاقات اکبر سے بانسی واڑہ میں ہوئی اس کے بعد وہ فتح پور سیکری میں دربارِ اکبری میں طلب کئے گئے اکبر اور ابوالفضل نے بیشتر ملاّ، قاضی اور علماء اپنے دام میں پھنسا لئے تھے وہ سمجھے کہ شاید خواجہ حسینؒ اقتدار اور دولت کی خاطر دینِ الٰہی کی حمایت پر رضامند ہو جائینگے مگر ان کا یہ خیال غلط نکلا۔

خواجہ حسین جب دربار میں گئے تو انھوں نے نئے دینِ اکبر کے مطابق شہنشاہ کو نہ تو سجدہ کیا اور نہ ہی دوسرے آداب کی پرواہ کی جو غیر اسلامی، کافرانہ اور مشرکانہ تھے۔ وہ ایک شہنشاہ کے سامنے کیسے سر جھکا سکتے تھے کیونکہ ان کے دل میں اسلام کی روشنی اور رگوں میں اپنے جدِ امجد حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کا خون دوڑ رہا تھا جنھوں نے ساری زندگی اللہ کے آگے سر جھکایا اور بڑے بڑے بادشاہوں اور دیوی دیوتاؤں کا نام و نشان مٹایا تھا اور اسلام کا پرچم برصغیر پر لہرایا تھا۔

خواجہ حسینؒ یہ بھی جانتے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان گمراہ ہوجائیں گے اس نازک دور میں وہی تنہا اسلام کے مجاہد اور درویش تھے جو اکبر کی لادینی اور اس کے اقتدار کا مقابلہ کر رہے تھے۔ انہوں نے دین الٰہی کے اژدھے سے اسلام کی مدافعت کی جن علمائے حق اور درویشوں نے دین الٰہی سے انکار کیا وہ جلا وطنی اور قید بند کی صعوبتیں جھیل رہے تھے اور خواجہ حسینؒ کی قسمت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

اکبر اور ابوالفضل خواجہ حسینؒ کے رویہ سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے اس بار ان کو سندھ کے قلعہ بکھر میں نظر بند کر دیا جہاں دوسرے علمائے حق بھی سزا بھگت رہے تھے۔

رہائی کا مطالبہ

حضرت خواجہ حسینؒ کی قلعہ بکھر میں نظر بندی کے خلاف خدا کا خوف رکھنے والے علماء، فقراء، اُمراء، رعایا اور خود اکبر کی ملکہ ماں نے اکبر سے احتجاج کیا اور ان کی ہمدردی میں ہر طرف سے ان کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا اور رہائی کا مطالبہ وقتاً فوقتاً دھرایا جاتا رہا۔ بالآخر ۱۰۰۲ھ میں رائے عامہ کے مسلسل دباؤ سے مجبور ہوکر اکبر نے خواجہ حسینؒ کو بکھر سے فتح پور سیکری بلایا۔ ان کے ہمراہ بہت سے دوسرے معتوبین کو بھی طلب کیا گیا۔ ان میں سے بیشتر قید محض کی مشقت اور مسلسل نظر بندی سے تنگ آچکے تھے اس لئے

انھوں نے اکبر کے دربار میں اسے دین الٰہی کے آداب کے مطابق سجدہ کیا اور دربار کے دوسرے مشرکانہ آداب بھی ادا کیے ان سب کو معافی دیدی گئی اور بیش بہا انعامات اور وظائف بھی عطا کیے گئے ان سب کا شمار اسلامی ہند کے علمائے سوء میں ہوا لیکن حضرت خواجہ حسینؒ دربار میں خاموش کھڑے رہے اور درباری آداب کی پرواہ نہیں کی۔

قلعہ بکھر میں دوسری بار نظربندی

اکبر نے خواجہ حسینؒ کو دوسری بار بکھر کے قلعہ میں بھیج دیا اور اس بار تین بیگھ آراضی بھی ان کے اخراجات کے لئے منظور کیے تاکہ لوگوں کو یہ بتا سکے، کہ وہ ان پر کسقدر مہربان ہے مگر وہ خود بادشاہ سے مصالحت کے لئے تیار نہیں۔

ایک بار پھر، کچھ عرصہ بعد مریم زمانی بیگم نے اپنے بیٹے اکبر کو مجبور کیا کہ وہ خواجہ حسینؒ کو رہا کر کے اجمیر بھیجے جہاں وہ بیمار رہتی تھیں! ورخواجہ حسینؒ کی عدم موجودگی پر انھیں بہت دکھ تھا اکبر نے اپنی والدہ سے کہا کہ وہ انھیں بکھر بھیجدیگا اور اس نے یہ عذر بھی کیا کہ خواجہ حسینؒ کو اجمیر بھیج دیا جائے گا وہ دوبارہ نذر و نیاز وصول کرنا شروع کر دیں گے گویا اکبر نے اپنی والدہ کی بات بھی نہیں مانی۔

غیر مشروط رہائی

ابوالفضل نے اکبرنامہ میں اعتراف

کیا ہے کہ خواجہ حسینؒ تقریباً ۳۳ سال تک جلا وطن اور نظر بند رہے آخر کار ۱۰۰۸ھ میں اکبر نے کسی سفارش یا شرط کے بغیر ان کو رہا کیا۔ انھیں اجمیر جانے کی اجازت دی جہاں وہ جہانگیر کے ابتدائی دور تک سجادہ نشین رہے اور مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے رہے

تزکِ جہانگیری میں شہنشاہ جہانگیر نے خواجہ حسینؒ کے لئے لکھا ہے کہ۔

"بہ خواجہ حسین کہ از نبائر خواجہ معین الدین چشتیؒ است

بامیعاد نیمہ سالہ ہزار روپیہ عنایت نمودم"

ترجمہ :۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پوتے، خواجہ حسین کو میں نے ششماہی ہزار روپیہ عنایت کیے"

خواجہ حسینؒ کی شخصیت

ملاّ عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں حضرت خواجہ حسینؒ کے لئے لکھا ہے :

"بعد ازاں کہ از سفر حجاز آمدہ چناں می نماید کہ تودہ نور است"

ترجمہ :۔ جب وہ حجاز کے سفر سے واپس آئے تو وہ نور کا تودہ (روشنی کا ڈھیر) لگتے تھے"

حضرت خواجہ حسینؒ کے ذاتی کمالات اور کرامات نہ صرف مخلوقِ خدا بلکہ سلاطین عہد نے بھی دیکھیں۔ وہ ان کی عزت و احترام کرنا اپنا فرض سمجھتے

Scanned with CamScanner

تھے ۔ اجمیر میں خواجہ حسین کی مجلس، دربارِ اکبری کا سے زیادہ پُر شکوہ مگر ایمان افروز ہوتی تھی جس سے اکبر خائف رہتا تھا ۔ اکبر اور اسی کا دینِ الٰہی اور اس کے نورتن ابوالفضل سمیت سب ہی مرگئے لیکن خواجہ حسین آج بھی زندہ ہیں اور اسلام بھی اپنی قوتوں کے ساتھ زندہ ہے ۔

وفات اور مقبرہ خواجہ حسینؒ ۱۰۲۹ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال کرگئے ۔ اور حضرت خواجہ بزرگؒ کی درگاہ کے احاطے میں سپردِ خاک کئے گئے ۔ عقیدت مندوں نے ۱۰۴۷ھ میں سنگِ مرمر سے ان کا مقبرہ تعمیر کیا جو آج شکستہ حالت میں ہے اور اس کے تحفظ کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے ۔

خواجہ حسینؒ کا احترام اُن کی وفات کے بعد بھی برقرار رکھا اور کسی عقیدت مند نے خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمت اللہ علیہ کی منقبت لکھی اور اسی میں حضرت خواجہ حسینؒ کا ذکر بھی کیا ہے یہ اشعار حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے روضۂ انور کے اندرونِ گنبد درج ہیں جو یہاں قارئین کے لئے نقل کئے جاتے ہیں ۔

خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ

اشرفِ اولیائے روئے زمیں

درجمال و کمال آنچہ سخن

ایں مبیں بود بحصنِ معینؒ

مَطلعے در صفاتِ اُو گفتم
در عبارت بود درِ ثمیں

اے دَرت قبلہ گاہِ اہلِ یقیں
بر دَرت سُود مہر و ماہِ جبیں

خادمانِ درت ہمہ رضواں
در صفا روضہ ات چو خلدِ بریں

ذرہ خاکِ اُو عبیر سرشت
قطرہ آبِ اُو چو ماءِ معین

نورِ چشمِ معینؒ خواجہ حسینؒ
بہر نقاشی بگفت چنیں،

کہ شود رنگِ کہنہ تازہ زِ نو
قُبّۂ خواجہ معین الدینؒ

اولادِ خواجہؒ کے عہدِ اول کا خاتمہ خواجہ حسینؒ بالاجتی کے ساتھ اولاد خواجہ کا پہلا زریں عہد ختم ہو جاتا ہے۔ جو عظمتِ حق کی خاطر جد و جہد اور قربانی کا دور ہے۔ اسی دور میں شاہانِ مغلیہ نے خاص طور سے اولاد خواجہؒ اور گدی نشینوں کے اعزاز و احترام میں نمایاں حصہ لیا ہے۔

عہدِ دوم

یہ عہد دیوان خواجہ ولی محمدؒ سے
شروع ہوکر دیوان سید مہدی علی
خانؒ پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں
۱۷ دیوان و سجادہ نشیں ہوئے یہ عہد دو سو سال سے زائد ہے اور عہدِ اکبر شاہ ثانی تک پھیلا ہوا ہے اس دور کے آخیر میں سلطنتِ مغلیہ زوال پذیر تھی اور اس کے ساتھ خاندانِ چشتیہ بھی زوال پر تھا اس کے اعزاز و اقتدار میں بھی کمی آگئی مگر آستانہ شریف کی تولیت اور مراسم و مراتبِ خاندانی بدستور باقی رہے خاندانی عظمت کے ساتھ سجادگی بھی برقرار رہی۔

۱۲ - خواجہ ولی محمدؒ

خواجہ ابوالخیرؒ کے
چھوٹے فرزند تھے
جو خواجہ حسینؒ بال جیتی کے بڑے بھائی تھے۔

سجادگی کا حق خواجہ ولی محمدؒ کے بڑے بھائی سید معین الدین رابعؒ (چہارم) کو پہنچتا تھا مگر وہ اجمیر سے باہر کسی لشکرِ شاہی کے ساتھ گئے ہوئے تھے اس لئے مسلمانانِ اجمیر نے اتفاق رائے سے ان کے چھوٹے بھائی خواجہ ولی محمدؒ کو مسندِ سجادگی پر بٹھا دیا۔

جب سید معین رابعؒ کو خواجہ حسینؒ کے انتقال کی خبر ملی تو چند روز بعد وہ اجمیر آئے اور انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی خواجہ ولی محمدؒ کو علیحدہ کرکے خود

سجادہ نشیں ہوئے ۔ ان کی اولاد میں آگے چل کر، خواجہ عبدالستار عرف سید سونڈھا سجادہ نشیں ہوئے ۔

۱۳۔ خواجہ معین الدینؒ رابع (چہارم)

خواجہ ابو الخیرؒ کے بڑے فرزندؒ تھے جب خواجہ حسینؒ کا انتقال ہوا تو وہ اجمیر سے باہر تھے جب واپس آئے تو اپنے چھوٹے بھائی خواجہ ولی محمدؒ کو علیحدہ کر کے ۱۰۲۹ھ میں خود سجادہ نشیں ہوئے ۔

خواجہ ابوالخیرؒ کے بڑے فرزند تھے اور اُنکے چچا خواجہ حسینؒ نے لاولد ہونے کی وجہ سے اُنکو اپنی فرزندی میں قبول کر لیا تھا اسی لئے ان کی وفات کے بعد یہی مسند نشیں ہوئے ان کے ہاں ایک فرزند سید مبارک ہوا ۔ اگرچہ یہ فرزند باپ ہی کی زندگی میں انتقال کر گیا مگر ان کی اولاد میں سید نظام الدینؒ قابل ذکر

۱۴۔ خواجہ عبدالستارؒ عرف سیّد سونڈھا

حضرت خواجہ معین الدینؒ رابعؒ کے فرزند تھے شادی نہیں کی اور مجرّد رہے ۔ مجذوب تھے صورت رندانہ رکھتے تھے اور صاحبِ حال تھے ۔ بڑے صاحبِ کرامت بزرگ ہوئے ہیں فقراء کا ایک گروہ ، سونڈھا شاہی ان کے نام سے مشہور ہے

مجذوبی کی وجہ سے سجادگی سے علیحدہ کئے گئے۔

۱۵- دیوان سیّد علاوالدینؒ

حضرت سیّد علم الدین اولؒ کے فرزند تھے۔ شیخ وقت، بزرگ کامل اور عارف باللہ تھے جب سیّد عبدالستّار عرف سید سونڈھاؒ مجذوبی کی بنا پر علیحدہ کئے گئے تو خواجہ سید علاوالدینؒ سجادہ نشیں مقرر ہوئے۔ مدتِ دراز تک مخلوقِ خدا کو شریعت اور طریقت کی راہ سکھاتے رہے عہد شاہجہانی میں آپکو زبردست روحانی اور سیاسی غلبہ حاصل تھا۔

آپ کی قبر، اجمیر شریف میں شاہجہانی مسجد کے پیچھے، خواجہ حسینؒ کے روضہ کے پاس ہے۔ یہ سنگِ مرمر کے ایک قبہ میں ہے جسے سولہ کھمبا کہتے ہیں۔ سولہ کھمبے کے سنگِ مرمر پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ ؎

پناہِ ملّت ودیں خواجۂ معین الحقؒ کے
کہ ہست در گہ عالیش مکّۂ ثانی
جوارِ مرقد آں شاہباز عرش نشیں
کہ زیرِ شہپرِ اُو بیضۂ مسلمانی
بنا مقبرہ نہاد شیخ علاؤ الدینؒ کے
کہ باد عاقبت او بخیر ارزانی

چو فکر در پے اتمام سال رفت خرد
بگفت روضہ مرتب شہر باآسانی

دیوان سید علاؤالدینؒ کے سب سے بڑے فرزند دیوان سید محمدؒ تھے اور دوسرے فرزند سید زین العابدینؒ تھے۔

۱۶۔ دیوان سیّد محمدؒ

دیوان سید علاء الدینؒ کے سب سے بڑے فرزند تھے اپنے والد کے انتقال پر ۱۰۹۲ھ میں سجادہ نشین ہوئے۔ زیورِ اصلاح سے آراستہ و پیراستہ تھے درگاہ بازار اجمیر میں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی تھی۔ عالمگیر نامہ میں اورنگ زیب عالمگیرؒ نے لکھا ہے کہ اس نے دیوان سید محمدؒ کو خلعت اور گراں قدر انعام عطا کیا۔

۱۷۔ دیوان سیّد فخر الدینؒ

دیوان سید محمدؒ کے فرزند تھے ۱۱۰۱ھ میں اپنے والد کے انتقال پر دیوان و سجادہ نشین ہوئے یہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کا عہد حکومت تھا۔

۱۸- دیوان سیّد سراج الدینؒ اوّل ابن سیّد عبد الفتح ابن سیّد علم الدین

دیوان سیّد فخر الدینؒ کے بعد مسند نشیں ہوئے۔

۱۹- دیوان سیّد مصلح الدینؒ ابن دیوان سید فخر الدین ابن

دیوان سید محمد ابن دیوان سید علاء الدینؒ تھے۔ ۱۱۰۸ھ میں مسند سجادگی پر بیٹھے۔

۲۰- دیوان سید منیر الدینؒ۔ دیوان سیّد

سراج الدینؒ اوّل کے فرزند تھے انھوں نے دیوان مصلح الدینؒ کو علیحدہ کرکے دیوانی وسجادگی حاصل کی۔

۲۱- دیوان سیّد نجم الدینؒ دیوان سیّد فخر الدین کے فرزند تھے۔

۲۲- دیوان سیّد امام الدین علی خان اوّلؒ

دیوان سیّد منیر الدین کے فرزند تھے۔

۲۳۔ دیوان سیّد عبدالعلیؒ

سید صدر الدین ابن زین العابدین کے فرزند تھے لاولد انتقال کر گئے۔

۲۴۔ دیوان سیّد وارث علیؒ

سیّد صدر الدین ابن زین العابدین کے فرزند تھے۔ اپنے بڑے بھائی دیوان سید عبدالعلی کی وفات پر مسند نشین ہوئے۔ لیکن جودھپور کے راجہ ابھے سنگھ جی راٹھور سے اختلاف اور کشیدگی کے اندیشے کی بنا پر مسندِ سجادگی چھوڑ دی تھی۔ مناقب الحبیب میں سید وارث علی کی سجادگی ختم ہونے کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ ان کے زمانہ میں اجمیر شریف جودھپور کے راجہ ابھے سنگھ جی کے قبضہ میں تھا۔ اور ایام سجادگی میں سید وارث علی اور راجہ کے درمیان دوستی تھی کہا جاتا ہے کہ سید وارث علی کے پاس ایک بہت عمدہ گھوڑا تھا جسے وہ دل سے عزیز رکھتے تھے۔ راجہ نے یہ گھوڑا ان سے مانگ لیا انھوں نے دینے سے انکار دیا جس سے راجہ ناراض ہو گیا۔

علیحدگی کی دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ راجہ ابھے سنگھ اور ان کے بھائی کے درمیان جنگ ہوئی راجہ ابھے سنگھ شکست کھا کر اجمیر

آئے تب وارث علی نے راجہ کے کامیاب بھائی کی تحریر کے مطابق، راجہ ابھے سنگھ جی کے لئے اجمیر کا دروازہ بند کردیا اس سے وہ اور بھی رنجیدہ ہوا جب دونوں بھائیوں کے درمیان تصفیہ ہوگیا تو ابھے سنگھ جی اقتدار میں آگئے اور مارواڑ راج بھی انہی کے پاس رہا تب سید وارث علیؒ نے اجمیر میں رہنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے خاندان کے تمام افراد کے ساتھ بونڈی میں مستقل سکونت اختیار کرلی مہاراج بونڈی امید سنگھ جی نے ان کی بڑی عزت کی اور چند گاؤں بھی جاگیر میں دے۔

اس کے بعد سید وارث علی نے اپنے تین بیٹوں، سید ناصر علی، سید تاج الدین، اور سید عزیز الدین کی شادی قصبہ جھونجھنو میں سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کے خاندان میں کی اور باقی زندگی وہیں گزار دی

کسی دشمن نے سید وارث علی کو دودھ میں زہر ملادیا جس سے ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کا مزار جھونجھنو میں مشہور ہے اور وہاں ان کی اولاد خوب پھلی پھولی۔

۲۵۔ دیوان سید امام الدین علی خان اولؒ

دیوان سید منیر الدینؒ کے فرزند تھے جنھوں نے سید وارث علی کی علیٰحدگی پر مسند سنبھالی۔

۲۶۔ دیوان سیّد اصغر علیؒ

سید امام الدین علی خان اول کے فرزند تھے۔

۲۷۔ دیوان سیّد ذوالفقار علی خانؒ

دیوان سیّد اصغر علی کے فرزند تھے۔

۲۸۔ دیوان سیّد مہدی علی خانؒ

دیوان سید ذوالفقار علی خان کے داماد تھے اور اکبر شاہ ثانی کے عہد میں سجادہ نشین رہے۔ ان پر خاندانِ خواجہؒ کا دوسرا عہد ختم ہو جاتا ہے جو سلطنت مغلیہ کے زوال کا آغاز ہے۔

عہد سوم

اس عہد کا آغاز دیوان سراج الدین دُوم سے ہوتا ہے جو دیوان شرف الدین علی خان مرحوم پر ختم ہو جاتا ہے سلطنت مغلیہ جس نے اس خاندان عالیہ کو فرامین کے ذریعہ نوازا القاب برائے نام بھی نہیں رہی تھی سلطنتِ مغلیہ کا خاتمہ ہو کر سلطنتِ برطانیہ کا دَور دورہ شروع ہو چکا تھا جس نے درگاہ شریف اجمیر کے انتظام و انصرام کے لئے ایک درگاہ کمیٹی مقرر کر دی۔ سلطنت برطانیہ

کے مقرر کردہ وائسرائے ہند بھی خواجہ بزرگؒ اور ان کے خاندان کا احترام کرتے تھے اور بیشتر نے آستانہ شریف پر حاضری بھی دی۔

۲۹- دیوان سید سراج الدّینؒ دوم

سید امام علیؒ کے فرزند تھے جو دیوان سید مہدی علی خاںؒ کے بھائی تھے۔ ۱۲۷۷ھ تک مسند نشیں رہے۔ ان کے دور میں خواجہ حاجی سیّد محمد نجم الدین چشتی قادریؒ خلیفہ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ نے اپنی مشہور کتاب مناقب الحبیب (فارسی) تصنیف کی جس میں حضرت خواجہ اجمیریؒ اور ان کی قابلِ احترام اولاد کے سلسلوں کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کتاب کا فارسی نسخہ جھونجنوں (شیخا واٹی - جے پور - انڈیا) میں نجی طور پر محفوظ اور موجود ہے۔

۳۰- دیوان سیّد غیاث الدّینؒ

دیوان سید سراج الدین دوم کے فرزند تھے۔ ان کے عہدِ سجادگی میں ایک شخص حافظ محمد حسین اجمیری نے رسالۂ اوّل تحقیق اولاد خواجہ صاحبؒ کے نام سے ایک مختصر سی کتاب لکھی جس نے حسب ذیل الزامات عائد کیے۔

(الف) حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی کے کوئی اولاد نہیں تھی

(ب) یہ کہ ماضی میں اولاد خواجہؒ ہونے کے دعوے دار اپنا حق ثابت نہیں کر سکے۔

(ج) یہ کہ اجمیر میں درگاہ حضرت خواجہؒ صاحب میں تمام نذر و نیاز کی وصولی کے حقدار صرف خدام ہیں۔

یہ کتاب ۱۲۹۵ھ میں منظرِ عام پر آئی اور اس بات پر کہ اولاد خواجہؒ کا کوئی وجود نہیں، بہت ہنگامہ ہوا کیونکہ ایسے بے بنیاد الزامات تو خاندانِ چشتیہ کی ۷۵۰ سالہ تاریخ کے کسی دور میں کسی نے بھی نہیں لگائے تھے

متذکرہ کتاب کے جواب میں اسی زمانہ میں شہرۂ آفاق کتاب 'اخبار الاخیار' کے مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے خاندان کے ایک فرد محمد مصباح الدین حقی دہلوی نے ایک کتاب 'لمعات الانوار دفع ظلمات الانکار' معروف باسم تاریخی 'گلدستہ چشتی چمن' (۱۳۲۵ھ) شائع کی اور اس میں مصنف نے اولاد خواجہ کے اثبات حسب و نسب کے منکرین کو تاریخ کے حقائق کی روشنی میں نہایت عمدہ پیرائے میں باطل ثابت کیا ہے یہ کتاب قاضی سید امام الدین خاں صاحب بہادر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے ایماء پر لکھی ہوئی شائع کی گئی تھی۔ در اصل جب بھی اولاد خواجہ صاحبؒ کے بارے میں کوئی شک پیدا ہوا اولاد خواجہ نے حضرت خواجہ بایزید بزرگؒ کے دور سے لیکر آج تک اپنے حق میں صریح ثبوت فراہم کیا ہے۔

۳۱۔ دیوان سیّد امام الدّین علی خانؒ دوم

سیّد منیر الدّین کے فرزند تھے موصوف اجمیر کے ڈپٹی کمشنر رہے ہیں اور معین الاولیا نامی کتاب کے مصنّف بھی ہیں۔ اولاد خواجہؒ کے حسب و نسب اور اجداد کے منکرین کو باطل ثابت کرنے کی مہم میں نمایاں حصّہ لیا اور لمعات الانوار نامی کتاب اس سلسلہ میں لکھوائی اور شائع کرنے میں مدد دی اور حریفوں کو خاموش اور لاجواب کر دیا۔

۳۲۔ دیوان سیّد شرف الدّین علی خانؒ

خواجہ ابوالخیرؒ کے بھائی خواجہ حسینؒ کے سلسلۂ اولاد سے تعلق رکھتے ہیں ان دیوان صاحب کے زمانہ میں مفلوک الحالی بڑھ گئی اور منصبی جائیداد اس حد تک مقروض ہو گئی کہ چیف کمشنر اجمیر کا قانون رکاوٹ نہ ہوتا تو منصبی حویلی اور تمام جائیداد متعلقہ دیوان صاحب، ادائے قرض کے سلسلہ میں نیلام ہو جاتی۔

ان سجادہ صاحب پر خاندانِ خواجہ اجمیریؒ کا عہد سوم ختم ہوتا ہے اور ان کے ساتھ سلطنتِ برطانیہ بھی ہندوستان سے تقریباً رخصت ہو جاتی ہے۔

عہدِ چہارم

یہ عہد دیوان سیّد آلِ رسول علی خان سے شروع ہوتا ہے اور ابھی جاری ہے۔

یہ عہد اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اسی کے ساتھ متحدہ ہندستان تقسیم ہو گیا۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان اور ہندوستان دو نئی اور خود مختار مملکتیں وجود میں آگئیں مسلم اکثریت کے علاقوں میں پاکستان (مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان) وجود میں آیا اور راجپوتانہ بمعہ اجمیر میرواڑہ، جہاں آج سے آٹھ سو سال پہلے حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری نے اجمیر شریف کو اسلام کی تبلیغ کے لیے مرکز بنایا تھا، مسلم اقلیتی علاقہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں شامل ہے اور اسی طرح ایک بار پھر اجمیر شریف مکمل طور پر ہندو حکومت کے زیرِ سایہ چلا گیا ہے اور وہاں کے مسلمانوں کی غالب اکثریت نے اگست ۱۹۴۷ء سے ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کے نتیجہ میں مملکتِ خداداد پاکستان سے ہجرت کرلی جو اب ان کے لیے دارالسلام کا درجہ رکھتا ہے ہجرت کرنے والوں میں دیوان سیّد آلِ رسول علی خان اور دیگر اولادِ خواجہ بزرگ بھی شامل ہیں جو پاکستان کے مختلف شہروں میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتے ہیں اور عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

۳۳- دیوان سیّد آلِ رسول علی خان

(مدظلہ العالی)

خورسند علی خان کے فرزند ہیں اور دیوان سیّد شرف الدینؒ کے انتقال پر دیوان اور سجادہ نشیں مقرر ہوئے تھے۔ اگست سنہ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد عام مسلمانوں کی طرح اجمیر سے ہجرت کر کے مغربی پاکستان کے شہر پشاور میں آباد ہو گئے۔ پاکستان میں عقیدت مندانِ خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ، ان کا بے پناہ احترام کرتے ہیں۔

۳۴- دیوان سیّد عنایت حسین علی خانؒ

خواجہ معین الدین چہارم ابن خواجہ ابوالخیرؒ کی اولاد کے سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ دیوان سید آلِ رسول علی خان مدظلہ العالی کے پاکستان ہجرت کرنے پر دیوان مقرر ہوئے اور موصوف نے اجمیر میں سنہ ۱۹۵۹ء میں انتقال کیا۔ [illegible]

۳۵- دیوان سیّد صولت حسین علی خان

اپنے والد دیوان سید عنایت حسین علی خانؒ کی وفات پر دیوان مقرر ہوئے۔ اور اب انہی کا دورِ سجادگی ہے۔

پاکستان میں اولادِ خواجہ اجمیریؒ

مناقب الحبیب، کے مصنف نے لکھا ہے کہ اس زمانہ (۱۳۳۲ھ تقریباً ۱۹۱۲ء) میں جو اولاد حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی اجمیر میں موجود ہے وہ خواجہ الوالخیرؒ (ابن خواجہ معین الدین ثالثؒ) کی نسل ہیں جو دس پشتوں کے اوپر حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ سے جا ملتی ہے۔

حضرت الوالخیرؒ کے تین فرزند ہوئے ۱۔ دیوان خواجہ ولی محمد۔ ۲۔ خواجہ علم الدین اول۔ ۳۔ خواجہ معین الدین (رابع)

اجمیر سے پاکستان آنے والی اولادِ خواجہؒ کا پہلا سلسلہ

خواجہ الوالخیرؒ کے فرزند دوم خواجہ سید علم الدین۔ اول کے تین فرزند ہوئے ۱۔ دیوان سید علاؤ الدین ۲۔ سید الوالفتح۔ ۳۔ سید حسام الدین۔

ان میں سید الوالفتح کے تین فرزند ہوئے۔ ۱۔ دیوان سراج الدین اول۔ ۲۔ سید شمس الدین ۳۔ عطا اللہ۔

ان میں عطا اللہ کے فرزند میر ہدایت اللہ ہوئے اور ان کے فرزند میر حفیظ اللہ۔ اور ان کے فرزند میر مسیح اللہ اور ان کے فرزند فضل علی اور ان کے فرزند کرامت علی ہوئے۔

کرامت علی کے فرزند خورسند علی ہیں جن کے فرزند دیوان سید آل رسول ہیں جو دیوان سید شریف الدین کے انتقال پر سجادہ نشیں ہوئے اور اگست ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد اجمیر سے ہجرت کر کے مغربی پاکستان آگئے اور یہاں کے شہر پشاور میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ آباد ہیں اور اہل پاکستان ان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اجمیر سے پاکستان آنے والی اولاد خواجہؒ کا دوسرا سلسلہ

خواجہ ابوالخیرؒ کے فرزند دوم، خواجہ سید علم الدین اول کے تین فرزند ہوئے ۱۔ دیوان سید علاؤالدین ۲۔ سید ابوالفتح۔ ۳۔ سید حسام الدین۔

ان میں دیوان، خواجہ سید علاؤالدینؒ کے دو فرزند ہوئے

۱۔ دیوان سید محمد ۲۔ سید زین العابدین۔

زین العابدین کے فرزند سید صدر الدین ہیں۔ سید صدر الدین کے تین فرزند ہیں۔ ۱۔ دیوان سید عبد العلی۔ ۲۔ سید ہمت علی (متولی درگاہ شریف)۔ ۳۔ دیوان سید وارث علی۔

دیوان سید وارث علی کے دو فرزند ہوئے۔ ۱۔ میر حمیز الدین ۲۔ میر لطف علی۔

میر لطف علی کے تین فرزند ہوئے۔ ۱۔ میر نجم الدین۔ ۲۔ میر رستم علی ۳۔ میر غلام حسین۔

فرزندان اول میر نجم الدین کے واحد فرزند سید ریاض الدین احمد تھے۔ ان کا سال وفات ۱۳۴۷ھ ہے (حوالہ: پیسہ اخبار لاہور پنج شنبہ ۱۴ر فروری ۱۹۲۹ء مطابق ۳ر رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ)۔ اس مشہور اخبار نے اپنے صلا پر مرحوم و مغفور کا "قطعہ تاریخ وصال" شائع کیا ہے۔ جو اس طرح ہے۔

قطعہ تاریخ وصال

حضرت سید محمد ریاض الدین صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نبیرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح

تھے جو سید ریاض الدین احمد	دین و دنیا کے ہادی و رہبر
بنۂ خواجۂ معین الدین	آلِ پاک جناب پیغمبر

ہوئے جنت رواں ہوئے فرماں — بادلِ وشاد چہرۂ انور
لکھا رمضاں نے سال وصل انکا
آہ فرزندِ شاہ نیاز محشر کے
سنہ ۱۳۷۶ھ

سید ریاض الدین احمدؒ

سید ریاض الدین احمد پابند شرع تھے اور صاحب حال بزرگ تھے آپ خواجہ حاجی محمد نجم الدین چشتی قادری سلیمانی (مصنف مناقب الحبیب) کے مرید اور خلیفہ بھی تھے۔ حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسویؒ کے مرید تھے آپ کے حیدر آباد دکن اور برہان پورہ وغیرہ میں صدہا مریدین اور معتقدین تھے نواب برست خاں قابل ذکر مرید ہیں جو قطب بنیاد اذر دو بازیں محلات رکھتے تھے اور بڑے جاگیر دار تھے۔

سید ریاض الدین احمدؒ کے پانچ فرزند ہوئے۔ ۱۔ سید احمد حسین۔ ۲۔ سید محمد حسین۔ ۳۔ سید مقبول حسین۔ ۴۔ سید معین الدین خاص (پنجم) ۵۔ سید اشفاق حسین۔ یہ سب بھائی اللہ کے فضل و کرم سے بقید حیات ہیں۔ اور قیام پاکستان کے بعد جھونجھنوں (ریاست جے پور۔ ہند) سے ہجرت کرکے مغربی پاکستان میں حیدر آباد آئے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ

زندگی بسر کر رہے ہیں۔

سید ریاض الدین احمدؒ کی اولاد خاندان چشت کے سلسلۂ تونسہ شریف سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔

سب سے بڑے فرزند سید احمد حسین (عمر تقریباً ۷۰ سال) اور دوسرے فرزند سید محمد حسین (عمر تقریباً ۶۳ سال) خواجہ حامد نبیرہ و سجادہ حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کے مرید ہیں اور حیدرآباد میں رہتے ہیں۔

تیسرے فرزند سید مقبول حسین (عمر تقریباً ۶۰ سال) بھی خواجہ حامد تونسویؒ کے مرید ہیں اور نواب شاہ میں رہتے ہیں

چوتھے فرزند سید معین الدین خامس (پنجم) (عمر تقریباً ۵۰ سال) خواجہ حافظ حاجی علامہ غلام سدید الدین تونسویؒ سجادہ نشین تونسہ شریف وقطب وقت کے مرید ہیں اور خلیفہ ہیں نیز خواجہ صاحب موصوف کے بھائی خواجہ خان محمد تونسوی مدظلہ العالی نے بھی سید معین الدین خامس کو خلافت عطا کی ہے موصوف حیدرآباد میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور حسب توفیق خدمت خلق کرتے ہیں۔

پانچویں فرزند سید اشتفاق حسین بھی خواجہ سدید الدین تونسویؒ کے مرید ہیں اور نواب شاہ میں اہل و عیال کے ساتھ رہتے ہیں۔

میر لطف علی کے فرزند میر رستم علی کے صاحبزادے سید منیر الدین حسن ہیں جن کے دو صاحبزادے سید نور الحسن اور اختر حسین ہیں۔ یہ بھی حضرت خواجہ سدید الدین صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف کے مرید ہیں۔

اولادِ خواجہ غریب نوازؒ

مرتبہ اور شاندار کارنامے

اولادِ خواجہؒ کا مرتبہ حضرت خواجہؒ کے عظیم جانشین خلفاءؒ کی طرح ان کی اولاد میں بھی ایسی نامور ہستیاں گذری ہیں جن کے عالمگیر فیض باطنی اور ظاہری کا نہ صرف راجپوتانہ بلکہ تمام برصغیر ممنون ہے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کی اولاد میں حضرت خواجہ فخر الدینؒ فرزند کلاں حضرت خواجہ بزرگؒ، حضرت خواجہ حسام الدین سوختہ نبیرۂ حضرت خواجہ بزرگؒ، حضرت خواجہ معین الدینؒ خورد، حضرت تاج الدین بایزیدؒ اول بزرگ اور حضرت خواجہ حسینؒ اجمیری نمایاں ترین ہیں۔ ان سب نے اپنے عظیم جد امجد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، ہندوستان میں اسلام کے پرچم کو بلند رکھا۔

اجمیر میں خاندانِ چشتیہ کے ابتدائی چار سو سال میں اس کا زبردست روحانی اور سیاسی غلبہ پایا جاتا ہے لیکن جس طرح حضرت خواجہ بزرگ رح سادہ زندگی بسر کرتے تھے اسیطرح ان کی اولاد اور خلیفہ بھی بہت پاکیزہ اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے اولادِ خواجہ رح میں جو بھی سجادہ نشیں یا دیوان درگاہ شریف ہوتا اُسے ہر طرح کی فضیلت حاصل ہوتی لیکن وہ سادگی اور اعلیٰ اخلاق کا مظہر ہوتا تھا دیوان معاہدہ کی پابندی کا کرتے اور کبھی بھی کسی نے روسا یا شاہانِ وقت کی دریوزہ گری نہیں کی۔ اگر وہ چاہتے تو ہندستان کی دولت اور جاگیروں کے مالک ہوتے مگر انہوں نے اپنے عظیم جدِّ امجد حضرت خواجہ بزرگ رح کے نقشِ قدم پر چل کر فقر کو ہمیشہ ترجیح دی اور دولت سے گریز کیا۔ خواجہ معین الدین حسن چشتی رح کا اسلام کی خدمت سے ان کی زندگی بھی میں بہت عظیم، اور نامور بنا دیا تھا اور وہ برصغیر کے بے تاج بادشاہ تھے مگر دنیا وی دولت ان کے آگے ہیچ تھی۔ انہوں نے کبھی دولت قبول نہیں کی۔ انہوں نے اپنے بڑے فرزند، حضرت خواجہ فخر الدین، ــــــــــ

ــــــ جو ولی کامل تھے اور کاشت کرتے تھے، کے لئے موضع ماندن میں آبادی اور کاشت کے لئے، خود دہلی جاکر، سلطان التمش سے، جو ان کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کا مرید تھا سے شاہی فرمان حاصل کیا اور اجمیر کے حاکم کو مطمئن کیا۔ سلطان التمش نے از راہ عقیدت موضع سرواڑ کی جاگیر حضرت خواجہ فخر الدین رح کی خدمت میں پیش کی تھی، خواجہ بزرگ رح کے اس اقدام سے مال و زمین کی محبت نہیں بلکہ حق پدری ادا کرنا تھا اور یہ واضح کرنا تھا کہ

دین کے ساتھ دنیا داری کے فرائض ادا کرنا بھی سنت رسول اکرمؐ ہے۔ اس میں حلال روزی کمانا بھی شامل ہے، خواجہ معین الدینؒ خورد، سجادہ و دیوان بھی تھے۔ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان کے لئے لکھا ہے کہ آپ بالکل حضرت خواجہ بزرگؒ کے مظہر تھے، آپ نے اپنے جدِ امجد کی طرح مخلوقِ خدا کو فیض پہنچایا ——— ۔

خواجہ فریدالدین سجادہ و دیوان کے دور میں اجمیر پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا تو خواجہ بزرگؒ کی اولاد نبیادادہ ہندوستان میں ہجرت کر کے ناندہ کی طرف ہجرت کر گئی مگر انہوں نے اپنے خاندانی روابط کو برقرار رکھا اور سلاطین عہد سے، اجمیر کو دوبارہ فتح کرنے اور اسلامی مرکز بنانے کیلئے رابطہ رکھتے رہے لہذا ایک سو چالیس سال کے بعد خواجہ تاج الدین بایزید (اول) بزرگؒ کے دور میں، مانڈو کے سلطان نے جب اجمیر دوبارہ فتح کیا تو ان کو دربار سجادہ و دیوان، درگاہ شریف مقرر کیا اور اولادِ خواجہؒ دوبارہ اجمیر جاکر آباد ہوئی۔

نامور عالم حضرت معین الدین اجمیری نے اپنے ایک پمفلٹ (مطبوعہ ۱۹۲۰ء) میں خاندان اولادِ مجاور حضرت خواجہ بزرگؒ اجمیر کے حالات اور خصوصیات کے عنوان سے لکھا ہے کہ حضرت تاج الدین بایزید بزرگؒ کے عہد میں بقول صاحب سیر الاقطاب، اجمیر شریف رشکِ بغداد اور رشکِ اندلس تھا۔ آپ کے درسِ اقدس پر سبق دیا کرتے تھے بے شمار مخلوق حلقۂ درس میں شریک ہوتی تھی۔

خواجہ نورالدین محمد طاہر سجادہ نشین دولیوان تھے ولی کامل اور عارف باللہ تھے۔ سجد میں انتقال ہوا۔ حضرت سلطان التارکین حمیدالدین ناگوریؒ کے خاندان میں شادی ہوئی جب سے ان دونوں خاندانوں میں رشتہ داری اور قرابت چلی آرہی ہے اور خواجہ بزرگؒ کی یہ پیشن گوئی بھی کہ حمیدالدین! تمہاری اور میری اولاد ایک ہے، صحیح ثابت ہوئی۔

خواجہ رفیع الدین بایزید خورد، سجادہ دولیوان جب تک زندہ رہے اجمیر کو دوبارہ فتح نہیں کرسکے اپنے وقت کے زبردست بزرگ اور جید شیخ تھے۔

خواجہ حسینؒ بال جیتی وہ واحد سجادہ دولیوان ہیں جنہوں نے آٹھ سو سالہ تاریخ میں حق کی خاطر سب سے زیادہ مصائب و آلام برداشت کئے۔ اکبر کے دین الٰہی کو کبھی تسلیم نہیں کیا اور ایک بار مکہ معظمہ جلا وطن کئے گئے اور واپسی پر ۲۳ سال تک بھکر (سندھ) کے قلعہ میں جلاوطن اور نظر بند رہے۔ اور جب بھی اکبر نے دربار میں طلب کیا کبھی اس کو سجدہ نہیں کیا اور نہ ہی مشرکانہ آداب دربار کی پابندی کی بالآخر اکبر کو انہیں کسی سفارش اور شرط کے بغیر رہا کرنا پڑا۔

خواجہ حسینؒ صاحب جذب اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے لیکن دیوان ہونے کی حیثیت سے ان کے دربار میں اجیوتانہ کے راجہ اور دربار اکبر کے امراء بھی حاضر رہا کرتے تھے اور وہ شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے گویا غنی تھے اور مستغنی بھی۔ خواجہ حسینؒ کو ملا عبدالقادر

بدایونی نے "نور وانوار" بتایا ہے خواجہ سید عبدالقادر عرف سید سونڈھا سجادہ درویدیان تھے مجذوب اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے ان کے نام سے خاندان چشت میں سونڈھا شاہی فقیروں کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔
دیوان سید علاؤالدین کو عہد شاہ جہانی میں زبردست سیاسی اور روحانی غلبہ حاصل تھا اور درویشی کامل تھے۔

سلطنت مغلیہ کے بادشاہوں نے اولاد خواجہ کا بے حد احترام کیا اور ان کو ہر دور میں خلعت اور انعام میں رقم اور جاگیریں عطا کی ہیں۔ بابر اور ہمایوں نے وظائف عطا کئے۔ اکبر دین الٰہی سے پہلے حضرت خواجہ بزرگ اور اولاد خواجہ کا بیحد احترام کرتا تھا بادشاہ نورالدین جہانگیر نے اجمیر کے قیام کے دوران حضرت خواجہ حسین اجمیری کو ایک زریں تلوار نذر دی اور ان کے لئے خطیر سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ شاہجہاں اورنگ زیب اور دیگر سلاطین نے بھی منصب اور جاگیریں عنایت کیں اور شاہی فرمان بھی جاری کئے۔

دہلی کے مسلمان سلاطین کے علاوہ راجپوتانہ اور مالوہ کے راجپوت راجہ بھی اولاد خواجہ کا زبردست احترام کرتے تھے اور وہ ان کی ہر بات کو فرمان کا درجہ دیتے تھے ان کی مجلس میں پابندی سے حاضری دیا کرتے۔ قیمتی نذرانے خدمت میں پیش کرتے تھے اور عقیدت مندانہ تعلقات رکھتے تھے۔ بیکانیر جودھپور، اور کوٹہ بوندی کے راجاؤں نے اکبر کے اصرار کے باوجود خواجہ حسین کا سر نہیں اتارا بلکہ صاف انکار کر دیا۔ یہ عقیدت کی انتہا تھی۔
غرض خاندان چشت کے ابتدائی اقتدار و مقبولیت کا عالم تھا کہ ان کے

مقابلہ نہیں ان کے حریف کبھی ٹھہر نہیں سکے اور اس کے بعد بھی کوئی حریف ان پر غالب نہیں آسکا گو کبھی کسی نے وقتی دنیاوی غلبہ حاصل کرلیا ہو یہ الگ بات ہے مگر بالآخر فتح، ان ہی کی ہوئی۔

سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ اسلام اس عظیم اور تاریخ ساز خاندان کا تنزل بھی شروع ہوگیا جو اب تک جاری ہے لیکن اولاد خواجہ بزرگؒ کی سادگی اور بے نیازی کے سامنے ان کے اسلاف کی عظمت آج بھی برقرار ہے اور خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کی طرح اولاد خواجہؒ نے کبھی بھی مال و زر کی ہوس نہیں کی اور نہ ہی لذتِ دنیا کو اختیار کرکے عیش و عشرت کا دلدادہ بنے۔ آج بھی اولاد خواجہؒ کے خاندانوں میں فقر و فاقہ اور استغنا کی شان نظر آتی ہے۔

تمت

۶ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ

۳۰ ستمبر ۱۹۶۸ء